خاتم النبیین نمبر

روزنامہ

الفضل ربوہ

The Daily ALFAZL RABWAH

ایڈیٹر روشن دین تنویر

فون نمبر ۴۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

قیمت فی پرچہ ... پیسے

شرح چندہ
اندرون ملک
سالانہ ۲۶ روپے
ششماہی ۱۴ روپے
سہ ماہی ۸ روپے
ماہوار ۳ روپے

شرح چندہ
بیرونی ممالک
بحری ڈاک ۴۰ روپے
اسلامی ممالک ۳۷ روپے

جلد ۵۵/۲۰ | یکم وفا ۱۳۴۵ ہش ۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ یکم جولائی ۱۹۶۶ء | نمبر ۱۵۱

کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شانِ احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم — آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد — پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

بوئے محبوبِ حقیقی مے دمد زاں روئے پاک — ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال — چوں دلِ احمد نمے بینم دگر عرشِ عظیم

منّتِ ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار — صد بلا را مے خرم از ذوقِ آں عین النعیم

از عنایاتِ خدا و از فضلِ آں دادارِ پاک — دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم

آں مقامِ تربیتِ خاصش کہ بر من شد عیاں — گفتمے گر دیدمے طبعی دریں راہے سلیم

در رہِ عشقِ محمد ایں سر و جانم رود — ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ یکم جولائی ۱۹۶۶ء

رحمۃ للعالمین

قرآن کریم نے سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا ہے۔ پھر قرآن کریم ہی نے آپؐ کو علیٰ خلق عظیم فرمایا ہے۔ اور پھر فرمایا ہے کہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے۔ مسلمانوں کے ایمان کا جس طرح لا الٰہ الا اللہ جزو ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ بھی جزو ہے ایمان بالغیب یعنی اللہ تعالےٰ کی ہستی پر اور اس کے مظہریت پر ایمان لانا اور رسالت محمدیہ پر ایمان لانا ایک مسلمان کے ایمان کی ٹھوس بنیاد ہے۔ ان دونوں اجزا میں سے ایک جزو کو بھی نظر انداز کرنے سے کوئی انسان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ جس طرح اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب تک رسالت پر ایمان کامل نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ پر بھی ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بغیر رسالت پر ایمان لانے کے اللہ تعالےٰ کی ذات پر محکم ایمان قائم نہیں ہو سکتا۔

رسالت ہی ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالےٰ پر حق الیقین کی ضامن ہے۔ بڑے بڑے سائنسدان آج کل اس پر حکمت کارخانہ کائنات کی حکمتوں کو دیکھ کر آج پکار اٹھے ہیں کہ ایسی دانشمندانہ کائنات بغیر کسی صاحب عقل اور قدرت کاملہ رکھنے والے کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ ایمان صرف عقلی ایمان کہلا سکتا ہے۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی وجود ایسا ہونا چاہیئے جو اس کارخانہ کائنات کو اپنی حکمتوں سے چلا رہا ہے مگر اتنا ثابت ہونے سے انسان کو ارتقائے حیات میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اگر اللہ کا وجود ہے تو لازماً ایک انسان اس وجود کو جاننا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ اس کا ہونا یا نہ ہونا اس کا اتنا علم ہی ہوتا ہے کہ ایسی ذات موجود ہونی چاہیئے۔ کسی طرح الٰہیت کی پہچان اور عرفان کی حد تک مفید نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے شروع ہی سے اپنی حقیقی پہچان کے لئے رسالت کا ذریعہ اختیار کیا ہے۔ وہ ایسے انسان شروع ہی سے پیدا کرتا رہا ہے۔ جو علیٰ وجہ البصیرت اللہ تعالےٰ کے واقعی وجود کی شہادت دے سکتے ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ سے ہمکلام ہوتے ہیں اس سے خبریں حاصل کرتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ اللہ تعالےٰ خود ایسے انسانوں پر نازل ہوتا ہے اور خود ان سے در مکالمہ و مخاطبہ کھولتا ہے۔ تاکہ انسان کا ایمان صرف نظری نہ رہے۔ بلکہ تجرباتی ایمان بن جائے۔ تاکہ انسان اس کی ذات سے تعلق پیدا کر کے زندگی کی منزل مقصود کو حاصل کر سکے۔

اس غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو برپا کیا ہے۔ جب تک انسان طفولیت کی منازل طے کرتا رہا۔ اللہ تعالےٰ نے متواتر انبیاء علیہم السلام مختص بوقت اور مختص بمقام ہی بھیجے جو اپنے زمانے اور اپنے محدود مقام کے لئے رحمت ہوتے تھے۔ جو انسانوں کو جن کے لئے وہ نازل ہوتے تھے سیدھی راہ دکھاتے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ کا جلوہ دکھا کر ان کی صحیح راہ نمائی کرتے تھے۔ مگر آخر بتدریج انسانیت تہذیب تمدن اور تعقل کی منازل طے کرتی ہوئی ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی۔ جب تمام انسان ایک دوسرے سے واقف۔ اور آشنا ہونے والے تھے۔ تاکہ یہ دنیا انسانیت کا گہوارہ بن جائے۔ ایسی صورت میں ضرور تھا کہ مختص المقام اور مختص الوقت انبیاء کا سلسلہ ختم کیا جائے۔ کیونکہ اگر یہ سلسلہ جاری رہتا۔ تو انسانیت میں یکسانی اور وحدت نہیں پیدا ہو سکتی تھی۔ اور دنیا کے مختلف حصے اور مختلف اوقات میں آنے والے انسان باہم دست و گریباں رہتے۔ ہر ایک اپنے نبی کی فوقیت ظاہر کرتا اور ایک دوسرے کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا۔ جیسے کہ فی الواقعہ آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ موسوی عیسائیوں کو راستے سمجھتے ہیں اور عیسوی موسویوں کو۔ یہ حالت الٰہی منشاء کے خلاف ہے کیونکہ یہ حضرت موسےٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ ایک دوسرے سے مختلف تعلیم لے کر نہیں آئے تھے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے ایک ہی تعلیم کی مختلف صورتیں ہیں۔ لیکن اختلاف زمانہ اور اختلاف وطن سے لوگوں کو یہ تعلیمات مختلف اور بعض اوقات متضاد نظر آتی ہیں۔ جس کی وجہ سے مذاہب میں باہم ہنگامہ آرائی ہو رہی ہے۔

یہ باہمی ہنگامہ آرائی عارضی ہے۔ کیونکہ انسانی ذہن اب پختہ ہو چکا ہے۔ اس میں اس بات کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے کہ تمام انسان ایک پیدا کرنے والے نے پیدا کئے ہیں۔ اور ان کی فطرت ایک ہی ہے۔ ان کی صلاحیتیں ایک ہی طرح کی ہیں۔ کالے اور گورے سرخ اور زرد میں کوئی فرق نہیں۔

جب انسانی ذہن ارتقاء کی ایسی منزل پر پہنچ چکا۔ تو لازمی تھا کہ اللہ تعالےٰ رسالت کی بھی تکمیل کرتا تاکہ تمام انسانوں کو خواہ وہ کسی جاگرفی ماحول میں بسے ہوں۔ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ در اصل ایک ہی ہے۔ اس کی صفات ایک ہی ہیں۔ محض مختلف اوقات اور مختلف مقامات کی وجہ سے انسانوں نے اس ذات کے مختلف تصورات بنا رکھے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنا وہ رسول نازل کیا۔ جس پر دین کا اکمال کر دیا یعنی وہ تعلیمات جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر حسب حال مختلف زمانوں میں نازل ہو چکی تھیں۔ وہ بھی اور مزید ضروری تعلیمات بھی پوری کی پوری آپؐ کو دی گئیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی
ورضیت لکم الاسلام دینا۔

ساتھ ہی آپؐ کو علیٰ خلق عظیم کا درجہ عطا فرمایا۔ یعنی تمام اخلاق جو انسانی زندگی کے ارتقاء کے لئے لازمی ہیں سب آپؐ کو عطا کئے۔ اور اس لئے آپؐ کو لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ یعنی اچھا نمونہ بنا کر پیش کر دیا۔ تاکہ نظری اور عملی لحاظ سے الٰہی مکمل تعلیمات دنیا کے سامنے آجائیں کیونکہ آپؐ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے نمونہ تھے۔ اور آپؐ نے قرآن کریم کی تعلیمات کو خود جامہ عمل پہنا کر دکھایا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا۔ یعنی آپ رہتی دنیا تک تمام لوگوں اور تمام زمانوں کے لئے رحمت ہیں۔ آپ کا متبع ہی انسان کو نجات دے سکتا ہے۔ اب کسی دوسرے ایسے نبی یا رسول کی ضرورت نہیں جو دنیا کے لئے اپنی ذات میں کامل نمونہ بنے۔ بلکہ اب جو کچھ رحمتیں ہوں گی وہ آپؐ ہی کی صفات عالیہ کا ظل ہوں گی۔ آپؐ کی بعثت کے بعد تمام دینی جھگڑے جو مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے ظہور کی وجہ سے لوگوں کی کوتاہ عقلی کی وجہ پیدا ہو گئے ہیں ختم کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے آپؐ کو تمام وہ تعلیمات بہتر صورت میں دے دی گئی ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کو فرداً فرداً دی گئی تھیں۔ الغرض آپؐ کے لئے کسی شاعر نے اسی نقطہ نظر سے کہا ہے۔

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس طرح آپؐ کی آمد کے بعد نہ کوئی موسوی رہا ہے۔ اور نہ عیسوی نہ کوئی زرتشتی رہا ہے۔ اور نہ کوئی کنفیوشس۔ نہ کوئی رام والا رہا ہے اور نہ کوئی کرشن والا۔ نہ کوئی بدھی رہا ہے اور نہ جینی رہا ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام آپؐ کی ذات میں گم ہو گئے ہیں۔ اور تمام تعلیمات الٰہیہ آپؐ کی آوردہ تعلیمات میں کھو گئی ہیں۔ اس طرح آپؐ کی ذات میں تمام گزشتہ انبیاء علیہم السلام دوبارہ زندہ ہو گئے ہیں۔ اور تمام انکی تعلیمات دوبارہ نمایاں ہو گئی ہیں۔ اس طرح آپؐ کی ذات اور قرآن کریم وہ کسوٹی ہے جس پر تمام اقوام کی مذہبی تعلیمات کے کھوٹے اور کھرے کو پرکھا جاسکتا ہے۔ آپؐ کی ذات اور آپؐ کی آوردہ تعلیمات نے کسی نبی یا کسی تعلیم کی نفی نہیں کی البتہ جو کھوٹ اس میں مل گیا ہے۔ اس کو الگ کر کے دکھا دیا ہے۔ اور جو پورے معیار کا سونا ہے اس کو رکھ لیا گیا ہے۔ آپؐ کے آوردہ دین کا نام اسلام ہے۔ آپؐ کا نام رحمۃ للعالمین ہے اور آپؐ کی آوردہ کتاب کا نام ذکر للعالمین ہے۔ اور آپؐ کے خدا تعالےٰ کا نام رب العالمین ہے۔ کوئی اونچ جاتی یا نیچ جاتی نہیں۔ کوئی تبدیلہ نہیں کوئی قوم نہیں کوئی نسل نہیں کوئی رنگ نہیں۔ ایک رنگ ہے اور وہ صبغۃ اللہ کا رنگ ہے۔

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو زمانے

خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔

ایک حصہ دکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا اور دوسرا حصہ فتحیابی کا تا مصیبتوں کے وقت میں وہ خلق ظاہر ہوں جو مصیبتوں کے وقت ظاہر ہوا کرتے ہیں اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وہ خلق ثابت ہوں جو بغیر اقتدار کے ثابت نہیں ہوتے سو ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قسم کے اخلاق دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کے وارد ہونے سے کمال وضاحت سے ثابت ہو گئے۔ چنانچہ وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں شامل حال رہا۔ اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں۔ یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارہ کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلائے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔

اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ ان کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپ کے اخلاق دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک خدا کی طرف سے اور حقیقتاً راستباز نہ ہو۔ یہ اخلاق ہرگز نہیں دکھلا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دشمنوں کے پرانے کینے یکلخت دور ہو گئے۔ آپ کا بڑا بھاری خلق جس کو آپ نے ثابت کر کے دکھلا دیا وہ خلق تھا جو قرآن شریف میں ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔

قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین۔

یعنی ان کو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا خدا کی راہ میں ہے۔ یعنی اس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور نیز اس کے بندوں کے آرام دینے کے لئے ہے تا میرے مرنے سے ان کو زندگی حاصل ہو۔ اس جگہ جو خدا کی راہ میں اور بندوں کی بھلائی کے لئے مرنے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ آپ نے نعوذ باللہ جاہلوں اور دیوانوں کی طرح درحقیقت خودکشی کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس وہم سے کہ اپنے تئیں کسی آلہ سے قتل کے ذریعہ سے ہلاک کر دینا اوروں کو فائدہ پہنچائے گا۔ بلکہ آپ ان بیہودہ باتوں کے سخت مخالف تھے اور قرآن ایسی خودکشی کے مرتکب کو سخت مجرم اور قابل سزا ٹھہراتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ

یعنی خودکشی نہ کرو۔ اور اپنے ہاتھوں سے اپنی موت کے باعث نہ ٹھہرو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مثلاً خالد کے پیٹ میں درد ہو اور زید اس پر رحم کر کے اپنا سر پھوڑ لے تو زید نے خالد کے حق میں کوئی نیکی کا کام نہیں کیا۔ بلکہ اپنے سر کو احمقانہ حرکت سے ناحق پھوڑا۔ نیکی کا کام تب ہوتا کہ جب زید خالد کے لئے مناسب اور مفید طریق کے ساتھ سرگرم رہتا اور اس کے لئے عمدہ دوائیں میسر کرتا اور طبابت کے قواعد کے موافق اس کا علاج کرتا مگر اس کے سر کے پھوڑنے سے زید کو تو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ ناحق اس نے اپنے وجود کے ایک شریف عضو کو دکھ پہنچایا۔ غرض اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی ہمدردی اور محنت اٹھانے سے بنی نوع کی رہائی کے لئے جان کو وقف کر دیا تھا اور دعا کے ساتھ اور تبلیغ کے ساتھ اور ان کے جور و جفا اٹھانے کے ساتھ اور ہر ایک مناسب اور حکیمانہ طریق کے ساتھ اپنی جان اور اپنے آرام کو اس راہ میں فدا کر دیا تھا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:۔

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین

فلا تذھب نفسک علیھم حسرات

کیا تو اس غم اور اس سخت محنت میں جو لوگوں کے لئے اٹھا رہا ہے اپنے تئیں ہلاک کر دے گا۔ اور کیا ان لوگوں کے لئے جو حق کو قبول نہیں کرتے تو حسرتیں کھا کھا کر اپنی جان دے گا۔ سو قوم کی راہ میں جان دینے کا حکیمانہ طریق یہی ہے کہ قوم کی بھلائی کے لئے قانونِ قدرت کی مفید راہوں کے موافق اپنی جان پر سختی اٹھاویں اور مناسب تدبیروں کے بجا لانے سے اپنی جان ان پر فدا کر دیں۔ نہ یہ کہ قوم کو سخت بلا یا گمراہی میں دیکھ کر اور خطرناک حالت میں پا کر اپنے سر پر پتھر مار لیں۔ یا دو تین رتی اسٹرکنیا کھا کر اس جہاں سے رخصت ہو جائیں اور پھر گمان کریں کہ ہم نے اپنی اس حرکت بے جا سے قوم کو نجات دے دی ہے۔ یہ مردوں کا کام نہیں ہے زنانہ خصلتیں ہیں۔ اور بے حوصلہ لوگوں کا ہمیشہ سے یہی طریق ہے کہ مصیبت کو قابل برداشت نہ پا کر جھٹ پٹ خودکشی کی طرف دوڑتے ہیں۔ ایسی خودکشی گو بعد میں کتنی ہی تاویلیں کی جائیں مگر یہ حرکت بلاشبہ عقل اور عقلمندوں کا ننگ ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا صبر اور دشمن کا مقابلہ نہ کرنا معتبر نہیں ہے۔ جس کو انتقام کا موقعہ ہی نہ ملا۔ کیونکہ کیا معلوم ہے کہ اگر وہ انتقام پر قدرت پاتا تو کیا کچھ کرتا۔ جب تک انسان پر وہ زمانہ نہ آوے جو ایک مصیبتوں کا زمانہ اور ایک مقدرت اور حکومت اور ثروت کا زمانہ ہو اس وقت تک اس کے سچے اخلاق ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے۔ صاف ظاہر ہے کہ جو شخص صرف کمزوری اور ناداری اور بے اقتداری کی حالت میں لوگوں کی ماریں کھاتا مر جاوے اور اقتدار اور حکومت اور ثروت کا زمانہ نہ پاوے اس کے اخلاق میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوگا اور کسی میدان جنگ میں حاضر نہیں ہوا تو یہ بھی ثابت نہ ہوگا کہ وہ دل کا بہادر تھا یا بزدل۔ اس کے اخلاق کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم نہیں جانتے ہیں کیا معلوم ہے کہ اگر وہ اپنے دشمنوں پر قدرت پاتا تو ان سے کیا سلوک بجا لاتا۔ اور اگر وہ دولت مند ہو جاتا تو اس دولت کو جمع کرتا یا لوگوں کو دیتا اور اگر وہ کسی میدانِ جنگ میں آتا تو دم دبا کر بھاگ جاتا یا بہادروں کی طرح ہاتھ دکھاتا۔ مگر خدا کی عنایت اور فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اخلاق کے ظاہر کرنے کا موقعہ دیا۔ چنانچہ سخاوت اور شجاعت اور حلم اور عفو اور عدل اپنے اپنے موقعہ پر ایسے کمال سے ظہور میں آئے کہ صفحۂ دنیا میں اس کی نظیر ڈھونڈنا لاحاصل ہے۔ اپنے دونوں زمانوں میں ضعف اور قدرت اور ناداری اور ثروت میں تمام جہان کو دکھلا دیا کہ وہ ذاتِ پاک کیسی اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی جامع تھی اور کوئی انسانی خلق اخلاقِ فاضلہ میں سے ایسا نہیں ہے جو اس کے ظاہر ہونے کے لئے آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک موقعہ نہ دیا۔ شجاعت سخاوت۔ استقلال عفو۔ حلم وغیرہ وغیرہ تمام اخلاق فاضلہ ایسے طور پر ثابت ہو گئے کہ دنیا میں اس کی نظیر کا تلاش کرنا طلب محال ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ جنہوں نے ظلم کو انتہا تک پہنچا دیا اور اسلام کو نابود کرنا چاہا۔ خدا نے ان کو بھی بے سزا نہیں چھوڑا۔ کیونکہ ان کو بے سزا چھوڑنا گویا راستبازوں کو ان کے پیروں کے نیچے ہلاک کرنا تھا۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیۂ نفس کرتی ہے

حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی امتیازی کامیابی

رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"اللہ تعالیٰ کے انبیاء جب دنیا میں آتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ فاتح رہے گا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا کہ میں فاتح رہوں گا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بھی کہا کہ میں فاتح رہوں گا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھی یہ دعوےٰ کیا کہ میں اپنے دشمنوں پر فتح پاؤں گا۔ اسی طرح پر دوسرے انبیاء علیہم السلام نے بھی دعوےٰ کیا کہ وہ اپنے دشمنوں پر فتح پائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب بھی اس کے مامور آتے ہیں وہ اپنے دشمنوں پر غالب آتے ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ میں کفار مکہ اور عرب والوں پر غالب آجاؤں گا۔ بلکہ آپ نے فرمایا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت زیادہ غالب رہوں گا۔ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی نسبت بھی زیادہ غالب رہوں گا۔ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت بھی زیادہ غالب رہوں گا۔ اگر آپ فرماتے کہ میں غالب آجاؤں گا تو اس کے صرف یہ معنے تھے کہ میں اپنے دشمنوں پر غالب آجاؤں گا۔ ایسا ہی جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام غالب آئے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام غالب آئے۔ جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام غالب آئے یا دوسرے تمام انبیاء غالب آئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں اس سے بڑھ کر دعوےٰ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے دشمنوں پر ہی غالب نہیں کرے گا بلکہ آپ کو وہ غلبہ ملے گا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ صرف غلبہ نہیں کہلائے گا وہ کوثر کہلائے گا۔ آپ کو ایک کتاب ہی نہ ملے گی بلکہ ایسی کتاب ملے گی جو غیر محدود مطالب پر حاوی ہوگی۔ آپ کے اخلاق دوسرے انبیاء سے بھی اعلیٰ اور بلند پایہ ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کا معاملہ آپ سے غیر محدود ہوگا۔ اور یہ وہ چیز نہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام میں پائی جاتی تھی۔ یہ وہ چیز نہیں جو حضرت موسےٰ علیہ السلام میں پائی جاتی تھی۔ یہ وہ چیز نہیں جو حضرت عیسےٰ یا دوسرے انبیاء میں پائی جاتی تھی۔ یہ فرق صرف اس لئے تھا کہ آپ کا دعوےٰ صرف نبی ہونے کا نہیں تھا بلکہ آپ کا دعوےٰ خاتم النبیین ہونے کا تھا۔ یہ دعوےٰ آپ نے اس وقت کیا جب آپ کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ آپ کی ذات کو بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ آپ کی حیثیت ایک معمولی انسان کی تھی۔ اس وقت خدا تعالیٰ فرماتا ہے آپ کا انجام صرف نبیوں والا نہیں ہوگا بلکہ نبیوں کے سردار والا ہوگا۔ دیکھو یہ کتنا بڑا دعوےٰ ہے اور کتنا بڑا چیلنج ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف دشمن کے مقابلہ میں جیتنے کا سوال نہیں۔ آپ اس طرح جیتیں گے کہ پہلے انبیاء کی کامیابی کی آپ کے مقابل پر کوئی نسبت نہیں ہوگی۔ کتنا کھلا چیلنج ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور جوں جوں حالات بدلتے گئے سورۃ کوثر کا ایک ایک مفہوم پورا ہونے لگا۔ وہ کتاب جو پہلے چند سورتوں کی نظر آتی تھی جس میں چند علمی اور اخلاقی مضامین بیان کئے گئے تھے۔ اب اس کے اندر تمام دنیا کے علوم آنے لگے۔ اور جب وہ کتاب خاتمہ کو پہنچی۔ تو اس کے مقابلہ میں دوسرے انبیاء کی تمام کتابیں ہیچ رہ گئیں۔

جب قرآن کریم کا نزول ختم ہوا تو اس نے صرف مکہ والوں کی باتوں کو ہی جھوٹا ثابت نہیں کیا۔ اس نے شعرائے عرب کے کلام کو ہی ہیچ ثابت نہیں کیا بلکہ جب قرآن کریم کا نزول ختم ہوا تو کیا زبور کیا تورات کیا انجیل کیا وید اور کیا ژند واوستا سب کتابیں اس کے مقابلہ میں ہیچ رہ گئیں۔ یا جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی عمر کے آخر تک پہنچے تو اپنے اخلاق کی بلندی اور روحانیت کی شان کے ساتھ ابوجہل اور عاص بن وائل کو ہی آپ نے شرمندہ نہیں کیا۔ اور ان پر ہی اپنی برتری کو ثابت نہیں کیا بلکہ آپ کی زندگی کے حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ جو کوثر آپ کو ملا وہ حضرت موسےٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کو بھی نہ مل سکا۔ آپ کو خدا تعالیٰ کی جو نصرت اور تائید حاصل ہوئی وہ دوسرے انبیاء کو بھی حاصل نہ ہوئی۔ آپ کی وفات کے وقت ابوجہل اور عاص بن وائل وغیرہ کے مقابلہ میں ہی آپ کو نصرت الٰہی اور تائید غیبی نہیں ملی۔ بلکہ جب آپ کا مشن کمال کو پہنچا تو ابوجہل اور عاص بن وائل وغیرہ تو کیا موسےٰ اور عیسےٰ علیہما السلام کی نسبت بھی آپ کو زیادہ نصرتِ الٰہی اور تائید غیبی مل چکی تھی۔

ابتداء میں چند آدمی آپ پر ایمان لائے تھے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے آپ سے کہا کہ میں تیری جماعت میں اتنی برکت دوں گا کہ انسانوں کے لحاظ سے دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی جماعت تیرا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ زمانہ ترقی کرتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت اور عشق پیدا کیا۔ ایک طرف آپ کا دائرہ وسیع ہو گیا اور دوسری طرف تمام ملک میں آپ کی تعلیم نے وہ اثر کیا کہ آپ کی وفات کے وقت دنیا نے دیکھا کہ نہ صرف یہ کہ ابوجہل اور عاص بن وائل کے ساتھیوں کے مقابلہ میں ہی آپ کو اچھے اتباع ملے۔ بلکہ آپ کی وفات کے وقت دنیا نے یہ مان لیا کہ جو اتباع آپ کو ملے ہیں ان کے مقابلہ میں موسےٰ اور عیسےٰ علیہما السلام کے ساتھی بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعهما الا اتباعی (الیواقیت والجواہر صفحہ ۲۴)

اگر حضرت موسےٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو میرے صحابہؓ میں شامل ہوئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔ گویا حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام بھی آپ کے زمانہ میں زندہ موجود ہوتے۔ تو وہ بھی آپ کے فرمانبرداروں اور مطیع ہوتے۔ دیکھو کتنا بڑا کوثر ہے جو آپ کو عطا کیا گیا۔ اگر آپ کی ابتدائی حالت کو دیکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ جو ابتدائی سلوک تھا اسے دیکھا جائے آپ کے اخلاق کے مظاہروں کو دیکھا جائے۔ اور پھر آپ کے آخری انجام کو دیکھا جائے تو دل ایمان سے لبریز ہو جاتا ہے"۔

(تفسیر کبیر جلد ششم۔ جز چہارم۔ حصہ سوم صفحہ ۳۴۷-۳۴۹)

محمد عربی کی ہو آل میں برکت
ہو اس کے حسن میں برکت جمال میں برکت
ہو اس کی قدر میں برکت کمال میں برکت
ہو اس کی شان میں برکت جلال میں برکت

کلامِ محمودؓ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

"دُرِّ یتیم"

(رقم فرمودہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی)

ایک دن قادیان میں بہت عرصہ ہوا ہم دونوں کسی یتیم بچے کے تعلق باتیں کر رہے تھے۔ حضرت سیدنا بڑے بھائی صاحب مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ "یتیم پر کتنی بھی توجہ کرو اور اپنی جانب سے محبت اور دلداری کا سلوک کرو، مگر اس کی طبیعت میں اخلاق میں بوجہ یتیمی ایک نہ ایک خامی ضرور رہ جاتی ہے۔ یہ تو ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی معجزہ ہے کہ باوجود یتیم ہونے کے آپؐ کو اخلاقِ فاضلہ و حسنِ خلق کے ہر باریک سے باریک پہلو میں کمالِ تام حاصل تھا۔ یہ بات ہر کسی کو حاصل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ یہ بھی آپؐ کی سیرتِ طیبہ کا ایک خاص نشان ہے۔

اور یہ بات بالکل درست ہے کہ کتنا بھی اچھا بدل ماں باپ کا مل جائے کسی یتیم کو۔ مگر یہ قدرتی امر ہے کہ والدین کی کمی کوئی دوسرا پوری نہیں کر سکتا اور ان حالات میں سے گزرنے کی وجہ سے یتیم کبھی تو احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبھی حسد اور جلن دوسرے بچوں کو دیکھ کر اس کے دل میں گھر کرتے ہیں۔ کبھی جذبات کو دبانے کے سبب وہ نفسیاتی مریض بن جاتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں دوسرں کو ستا کر اپنے کو تسکین پہنچانا چاہتا ہے یا اپنے کو خراب کر کے ماں باپ کو دکھ دینا چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ معجزہ ظہور خلق تام ہمارے نبی کریم صلعم سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کے وجود مبارک سے ہی ہوا کہ باوجود یتیمی میں ابتدائے عمر گزارنے کے آپؐ کو ہر قسم کے خلق احسن میں کمال حاصل ہوا بچپن سے ہی۔ وہ ایک نور تو تھا ہی جس کو اللہ تعالیٰ نے شمع ہدایت بنا کر تمام عالم کے لئے بھیجا تھا۔ پھر اس مولا نے شروع سے ہی اپنی آغوشِ رحمت میں لے کر دستِ قدرت سے تربیت فرمائی۔ اپنی پناہ میں لے کر ہر بد اثر سے بچایا اور "خُلُقِ عَظِیْم" کا مقام عطا فرمایا۔ ہر قدم پر راہ نمائی فرمائی اور الٰہی روشنی ہر آن آپؐ کے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔

آپ بچہ تھے کیا وجہ تھی کہ جب اور بچے چیز مانگتے یا کسی خواہش کے لئے ماں سے تقاضا کرتے تو ہمارا محبوب آقا الگ خاموش کھڑا رہتا۔ کبھی چچی یا کسی اور سے بچوں کی طرح کچھ نہ مانگتا۔ اس لئے نہ تھا کہ وہ ہمارا پیارا ہمارے پیارے خدا کا محبوب یتیم تھا ننھا سا دل شرماتا تھا جھجکتا تھا کہ کہیں انکار نہ ہو جائے کوئی جھڑک نہ دے، جو اس کی طبعی غیرت گوارا کر ہی نہ سکتی تھی۔

چھوٹی عمر کے بچے ماں سے باپ سے پیٹ کر ضد کر کے اور محض پیار کروانے کی خاطر بھی مانگتے ہیں۔ کسی وقت ضرورت نہ بھی ہو تو محض اپنی جانب متوجہ کرنے کو اور محبت کا اظہار چاہنے کو بیٹھے۔ اور بے موقعہ سوال کرتے ہیں۔ یہ ایک قدرتی جذبہ ہے جو کم عمری اور ناسمجھی کی عمر تک کارفرما رہتا ہے۔ پھر سمجھ آنے پر خود بخود اولاد کا طریق ادب کا رنگ اختیار کر کے مہذب ہو جاتا ہے۔ اور ماں باپ کی محبت اور پیار تربیت اور اصلی بہی خواہی کے سبب سنجیدگی کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ مگر بچہ تو آخر بچہ ہے حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے۔

"الصَّبِیُّ صَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ نَبِیًّا"

تو میرا مندرجہ بالا ذرا تمہید تحریر سے یہی مطلب تھا کہ آخر آپؐ بچہ ہی تو تھے کیا یہ نہ ہو سکتا تھا کہ آپؐ کے دل میں کبھی کسی بھی عزیز کی بے مروتی بے توجہی یا کسی کم عمری کی سختی کا اثر باقی رہ جاتا اور آپؐ کا دل گلوں شکووں سے بھرا رہ کر نعوذ باللہ کوئی خراب اثر چھوڑ جاتا۔ مگر نہیں آپ کو تو خود وہ ہزاروں ماؤں باپوں سے بڑھ کر شفیق و ودود کریم آپ کا خدا خود پال رہا تھا۔ اس ماحول اور یتیمی کے پروردہ نے تو سردارِ دو جہاں بننا تھا تو کیسے اس گوہرِ بے بہا میں کوئی بھی نقص رہ جاتا۔ آپؐ کے اخلاقِ حسنہ پر نظر ڈالیں تو ہر پہلو نیرِ تاباں سے بڑھ کر چمک رہا ہے۔ کہیں داغ دھبہ نظر نہیں آتا۔ جب محکوم و مظلوم رہے جب بھی اعزا سے تعلق اور رشتہ کے مدارج کے مطابق بہتر سے بہتر سلوک رکھا۔ جب تک وہ آپؐ کے مالکِ حقیقی کے تعلق میں حائل ہونے میں کوشاں نہ ہونے لگے کسی عزیز سے منہ نہیں پھیرا کسی بزرگ کی خدمت محبت عزت کرنا ترک نہیں فرمایا۔ بے شک جب خدا تعالیٰ کا معاملہ درمیان میں آن پڑا تو آپؐ چچا کو جن کو محسن جانتے تھے ان کی پیش کردہ تمام (بزعم خود) بیش بہا عنایات کو ٹھکرا کر چلے آئے کہ نہیں چچا تمام جہانوں کی نعمتیں ایک طرف اور میرا اللہ ایک طرف مجھے اس کی ذات کے سوا کچھ درکار نہیں۔

جب خدا تعالیٰ نے حکومت بخشی فتح و نصرت کے ساتھ آپؐ اسی مقام محترم میں پہنچے۔ جہاں آپؐ پر طرح طرح کے ظلم توڑے جاتے تھے۔ تو آپؐ نے جس رحم و کرم کا نمونہ دکھایا اس کا جواب نہ تھا نہ ہو سکتا ہے ایک بخشش کا دریا تھا جو بہہ رہا تھا۔ رحمت کی بارش تھی جو برسی

رہی تھی۔ زمین یہ خلق وکرم دیکھ کر حیرت سے تک رہی تھی اور آسمان سے فرشتے درود وسلام بھیج رہے تھے اور اپنے پیارے "دُرِّ یتیم" کو اس کا پیارا اس کا محبوب اس کا خالق اس کا مالک اس محبت سے دیکھ رہا تھا جس محبت کی نظر اس نے اور کسی پر نہ ڈالی تھی۔

اللّٰھم صلّ علی محمد وعلی اٰل محمد

اے میرے پیارے قریب ومجیب نعم المجیب تو ازلی ابدی خدا ہے نہ معلوم کتنے عالم پیدا ہو کر ختم ہوئے اور کتنے ہونگے کتنی دنیا آباد ہونگی۔ تیرے کام کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ ایک سلسلہ ختم ہوگا تو نیا شروع ہو جائے گا۔ تیرے بندے بھی ہوں گے گمراہ بھی ہوں گے۔ نبی بھی آئیں گے تیرا کلام بھی اُترے گا۔ سبھی کچھ ہوگا اور ہوتا رہے گا۔ مگر تجھے تیری ہی رحمتِ بے پایاں کا واسطہ جتنا تو چاہے کسی کو مرتبہ بخشنا۔ مگر اپنا قرب اپنی محبت میرے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو نہ عطا فرمانا۔ تیرے پیار کی دولت ان سے زیادہ کسی کے حصہ میں نہ آئے۔ ان کے درجات تا ابد بڑھتے چلے جائیں۔ زیادہ ہی زیادہ ہر گھڑی۔ ہر لمحہ زیادہ ہی زیادہ۔ یا اللہ میری دُعا کو سُن اور میری کمزوریوں پہ درگزر فرما۔ میرے گناہوں کو معاف کردے۔ آمین

مُبارکہ

اخلاق فاضلہ کا نہایت اعلیٰ نمونہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسےٰ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ان تمام اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے انک لعلی خلقٍ عظیم تُو خلق عظیم پر ہے۔ اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے۔ تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کیلئے طول وعرض اور تناوری ممکن ہے۔ وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ وشمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔" (براہین احمدیہ ایڈیشن حاشیہ در حاشیہ ۳)

مُحمّدؐ پر ہماری جاں فدا ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا راہنما ہے

مرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دِیا ہے

حیاتِ جاوداں ملتی ہے اس سے
کلامِ پاک ہی آبِ بقا ہے

مرا ہر ذرہ ہو قربانِ احمدؐ
مِرے دل کا یہی اک مدّعا ہے

اسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اک مزا ہے

مجھے اس بات پر ہے فخر محمودؔ
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے

محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جو کہ محبوبِ خدا ہے

ہو اُس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دوسرا ہے

اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکیں
وہی آرام میری روح کا ہے

خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا
وہی اک راہِ دیں کا راہنما ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر ہیں

رقم فرمودہ حضرت سیدہ ام متین صاحبہ مدظلہا العالی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے انسانوں کے لئے کامل نمونہ ہے بچوں کے لئے بھی جوانوں کیلئے بھی اور بوڑھوں کے لئے بھی۔ مردوں کے لئے بھی عورتوں کیلئے بھی امیروں کے لئے بھی غریبوں کے لئے بھی۔ بادشاہوں کے لئے بھی رعایا کے لئے بھی کاروباری انسانوں کیلئے بھی تاجروں کیلئے بھی استادوں کیلئے بھی طالبعلموں کیلئے بھی۔ سیاستدانوں کے لئے بھی اور جرنیلوں کے لئے بھی غرض ہر شعبہ زندگی میں اعلیٰ اخلاق دکھانے کا آپؐ کو موقعہ ملا۔ اور ایسا نمونہ نمونہ آپؐ نے دکھایا ہے جو ساری دنیا کیلئے قابل تقلید ہے۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

اخلاق کیا ہیں؟

اخلاق کیا ہیں۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا اظہار جو اس کے بندوں کے ذریعہ ہوتا ہے اس کا نام اخلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سکھائی تا اس کے بندے عاجزی اور تضرع سے اپنی ہدایت اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی دعا اس سے مانگتے رہیں تا وہ ہمیشہ سیدھے راستہ پر قائم رہیں اور اس سے بھٹک کر ادھر ادھر نہ ہوں پھر صراط مستقیم تک پہنچنے کے لئے ایاک نعبد وایاک نستعین کا رستہ بتایا کہ راہ راست پر چلنے اور منزل تک پہنچنے کے لئے انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس دنیا میں خدا تعالیٰ کا عبد بنے اس کے رنگ میں رنگین ہو اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے اور پھر ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے منزل تک پہنچنے کے لئے قوائے سلیم چاہتا رہے تا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو وہ خصائل اور اخلاق عطا ہوں۔ ایسا عمل کرنے کی توفیق ملے جو اللہ تعالیٰ کا فضل جذب کرنے والے ہوں اور سیدھے راستے سے انسان کو بھٹکنے نہ دیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اخلاق کی تعریف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اخلاق جو انسان کو انسان بناتا ہے۔ اخلاق سے کوئی صرف نرمی کرنا ہی مراد نہ لے لے۔ خَلق اور خُلق دو لفظ ہیں جو بالمقابل معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ خَلق ظاہری پیدائش کا نام ہے۔ جیسے کان۔ ناک یہاں تک کہ بال وغیرہ بھی سب خَلق میں شامل ہیں اور خُلق باطنی پیدائش کا نام ہے۔ ایسا ہی باطنی قویٰ جو انسان اور غیر انسان میں مابہ الامتیاز ہیں وہ سب خُلق میں داخل ہیں۔ یہاں تک کہ عقل و فکر تمام قوتیں خُلق میں ہی داخل ہیں۔

خُلق سے انسان اپنی انسانیت کو درست کرتا ہے اگر انسانوں کے فرائض نہ ہوں تو فرض کرنا پڑے گا کہ آدمی ہے؟ گدھا ہے؟ یا کیا ہے؟ جب خُلق میں فرق آجائے تو صورت ہی رہتی ہے۔ مثلاً عقل ماری جائے تو مجنون کہلاتا ہے صرف ظاہری صورت سے ہی انسان کہلاتا ہے۔ پس اخلاق سے مراد خدا تعالیٰ کی رضا جوئی جو وجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی میں مجسم نظر آتی ہے اس کا حصول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز زندگی کے موافق اپنی زندگی بنانے کی کوشش کرے۔ یہ اخلاق بطور بنیاد کے ہیں اگر وہ متزلزل رہے تو اس پر عمارت نہیں بنا سکتے۔ اخلاق ایک اینٹ پر دوسری اینٹ کا رکھنا ہے اگر ایک اینٹ ٹیڑھا ہو تو ساری دیوار ٹیڑھی رہتی ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج"

(الملفوظات جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

اخلاق فاضلہ کا کامل نمونہ

سب سے اکمل نمونہ جمیع اخلاق حسنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تھی جن کے ذریعہ سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا!

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

کہ میری بعثت کی غرض یہ ہے کہ دنیا کو اخلاق کا درس دوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی کہ انک لعلیٰ خلق عظیم آپ بہت بڑے خلق کے مالک ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

"عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول و عرض و تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں تو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھکر ممکن نہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا وکان فضل اللہ علیک عظیما یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے۔ یہی تعریف بطور پیشگوئی زبور باب ۴۵ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں موجود ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے تجھے زیادہ معطر کیا۔"

(براہین احمدیہ [illegible] حاشیہ در حاشیہ)

اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ

اللہ تعالیٰ کی بڑی صفات جو ام الصفات کہلاتی ہیں چار ہیں رب۔ رحمن۔ رحیم اور مالک یوم الدین۔ باقی تمام صفات ان چار صفات کے تابع ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفات اربعہ کے کامل مظہر بن کر دنیا میں آئے اور اپنے اخلاق نمونہ اور عمل کے ذریعہ دنیا پر آپؐ نے ثابت فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ رب بھی ہے۔ رحمن بھی ہے رحیم بھی ہے اور مالک یوم الدین بھی ہے سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کے حسن و احسان کی پہلی خوبی رب العالمین کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ان صفات اربعہ پر غور کرنے سے خدا تعالیٰ کا گویا چہرہ نظر آجاتا ہے ربوبیت کا فیضان بہت ہی وسیع اور عام ہے اس میں کل مخلوق کی کل حالتوں۔ تربیت اور اس کی تکمیل کے تکفل کی طرف اشارہ ہے غور تو کرو۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر نظر کرتا ہے تو اس کی امید کس قدر وسیع ہو جاتی ہے۔" (براہین احمدیہ)

توحید کامل کی تعلیم

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ آپؐ نے دنیا سے شرک کو دور فرمایا دنیا نے سینکڑوں رب بنائے ہوئے تھے آپؐ کی تعلیم اور کوششوں کے نتیجہ میں آپؐ نے سارے عرب کو توحید کی تعلیم دی اور ان کو بتایا کہ تمہارا خالق و مالک ایک خدا ہے جو ساری دنیا کا رب ہے تم مانو یا نہ مانو۔ لیکن وہ ازل سے تمہاری ربوبیت کرتا چلا آیا ہے اور کرتا چلا جائے گا غرض صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جلوہ گر ہوئی اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے فیضان ربوبیت جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فیضان اعم کے الفاظ سے ادا فرمایا ہے۔ کل مخلوق فائدہ اٹھا رہی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے کامل مظہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رحمت کا بادل بن کر برسے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین کے خطاب سے نوازا ہے۔ آپؐ سے پہلے جتنے انبیاء آئے وہ اپنی اپنی قوموں اور اپنے اپنے زمانہ کے لئے تھے حضرت عیسیٰ نے تو صاف کہہ دیا

"وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو اور اپنے موتی سؤروں کے آگے نہ پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ انہیں پامال کریں اور پھر کر تمہیں پھاڑیں۔" (متی باب ۷ آیت ۶)

اسی طرح آپ نے کہا "میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی ۱۵/۲۴)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا بلند شان ہے اور کتنا اعلیٰ مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ کہ آپ نے اعلان کیا انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ میں ساری دنیا کی اخلاقی ربوبیت کے لئے مبعوث کیا گیا۔ ہاں ساری دنیا کی اصلاح کا بیڑا میں نے اٹھایا ہے۔ کیونکہ میں اس خدا کی طرف سے آیا ہوں جو رب العلمین ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے وھو رب کل شیئ کوئی چیز عالم کی چیزوں میں سے اس کی ربوبیت سے باہر نہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کے کامل مظہر کے لئے ضروری تھا کہ وہ بھی ساری دنیا کے لئے مبعوث کیا جائے۔ مشرق مغرب۔ شمال جنوب۔ ادنیٰ اعلیٰ۔ امیر فقیر۔ گورے کالے مرد۔ عورت سب کی نجات اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اللھم صل علیٰ محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

پانچ اہم اخلاق

پھر آپ نے اپنی قوم کی کیسی ربوبیت فرمائی۔ ابھی آپ نے نبوت کا دعویٰ بھی نہیں فرمایا تھا کہ آپ ساری قوم کا اعتماد اس رنگ میں حاصل فرما چکے تھے کہ آپ سے بڑھکر مظلوم کا کوئی حامی نہیں آپ نے اپنی جوانی کی عمر میں ایک مجلس بنائی جس کا نصب العین مظلوموں کی مدد کرنا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی آپ ذمہ داری کے احساس سے گھبرائے کہ کتنی عظیم الشان ذمہ داری دنیا کی اصلاح کی میرے سپرد کی گئی ہے۔ آپ پر کپکپی طاری ہوگئی آپ گھر تشریف لے گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو پھر حضرت خدیجہؓ کے استفسار پر آپ نے تفصیل بیان فرمائی۔ سنتے ہی حضرت خدیجہؓ کے منہ سے بے اختیار جو الفاظ نکلے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور آپ کی اسی شان ربوبیت پر روشنی ڈالتے ہیں جو آپ اپنے سلوک سے اہل مکہ کی کر رہے تھے۔ آپ بے اختیار کہہ اٹھیں کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا آپ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں نیک سلوک کرتے ہیں ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں آپ بے وارثوں کے وارث ہیں اور ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو اخلاق اور نیکیاں دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں آپ کے ذریعہ دنیا میں پھر سے ان کا احیاء ہو رہا ہے۔ آپ مہمان نواز بھی ہیں۔ حق کی خاطر مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں۔ اس حدیث کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:۔

”یہ پانچ چیزیں ہیں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنی زندگی کو بلکہ بین الاقوامی تعلقات کو ہمیشہ کے لئے درست کر دیا جن کے کام میں کوئی روک تھی ان کی روک کو دور کر کے آپ نے ملک میں کام کا راستہ کھولا جو لوگ اپاہج یا کمانے کے ناقابل تھے ان کے لئے معیشت کا بود و باش کا سامان جمع کیا اور پھر قوم میں آئندہ ترقی کا ہمیشہ کے لئے دروازہ کھول دیا۔ گویا یہ نظام نو ہو گیا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں قائم فرمایا ہے

یہ پانچوں اخلاق جب کسی قوم میں پیدا ہو جاتے ہیں وہ آپس میں حسن سلوک سے کام لیتی ہے اپنے ہمسایوں اور غیر مالک والوں سے بھی حسن سلوک کرتی ہے وہ ایسا انتظام بھی کرتی ہے جس کے ماتحت وہ لوگ جو کسی کام اہل نہ ہوں ان کے لئے روزی کا سامان مہیا ہو جائے وہ ایسا انتظام بھی کرتی ہے جس کے ماتحت ان کی پریشانی بھی دور ہو جائے اور ان کی بقیہ ضرورتیں پوری ہو جائیں وہ تکسب المعدوم پر بھی عمل کرتی اور ملک میں یونیورسٹیاں قائم کرتی ہے کہ علوم میں ترقی ہو ملک کی صنعت و حرفت میں ترقی ہو اور لوگ ان درسگاہوں سے تعلیم حاصل کرکے جب نکلیں تو وہ دینی اور دنیوی علوم میں نئی نئی تحقیقات سے کام لیں وہ علم الاخلاق کو ترقی دیں وہ علم الادیان کو ترقی دیں وہ علم الابدان کو ترقی دیں وہ علم الحیوانات کو ترقی دیں وہ علم النفس کو ترقی دیں غرض نئے نئے علوم پیدا کریں اور نئی نئی ایجادات ملک کی ترقی کے لئے کریں تو بتاؤ اس قوم کے لئے پھر اور کس چیز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے غرض رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نبوت سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے نظام نو کا بیج رکھ دیا تھا۔ اور آپ کے اخلاق شروع سے ہی ایسے تھے جن پر آئندہ دنیا کا نیا نظام قائم ہونے والا تھا“۔ (اسوہ حسنہ صفحہ ۱۰۰)

صفت رب العالمین کی جلوہ گری

غرض اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین آپ کے لئے اور آپ کے ذریعہ سے پوری شان و شوکت سے جلوہ گر ہوئی۔ ازل سے عالمین کی ربوبیت اس لئے فرمائی کہ کامل انسان سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہونا تھا جس کے لئے مولیٰ کریم نے خود فرما دیا کہ آپ کی خاطر یہ سب زمین و آسمان پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ سارے جہان کی ربوبیت اور یہ فیض اعم ازل سے آپ کی خاطر جاری تھا اور آپ کی خاطر جاری رہے گا اور آپ کے ذریعہ یہ صفت یوں آن و بان سے ظاہر ہوئی کہ ایک بے کس و بے زمرا کا تمام دنیا کا آقا اور سردار بنا دیا آپکی امت کو خیر امت قرار دیا گیا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے آپ کی اطاعت کے ساتھ دنیا کی نجات وابستہ کر دی گئی۔ اور آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ صفت ربوبیت یوں بھی جلوہ گر ہوئی کہ آپ نے ایک ایسی قوم کی جو دنیا کی گری ہوئی قوم تھی۔ ایسی ربوبیت فرمائی کہ وہ نہ صرف با اخلاق انسان بن گئے بلکہ با اخلاق انسان سے با خدا انسان بن گئے۔ اللھم صل علیٰ محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”اوائل عہد اسلام میں جبکہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کو وہ قوت قدسی عطا ہوئی کہ جس کے قوی اثر سے ہزاروں با اخلاص اور جان نثار مسلمان پیدا ہو گئے۔ آپ کی جماعت ایک ایسی قابل قدر اور قابل رشک جماعت تھی کہ ایسی جماعت کسی نبی کو نصیب نہیں ہوئی نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میں نے اس امر کے بیان کرنے میں ہرگز ہرگز مبالغہ نہیں کیا بلکہ میں جانتا ہوں کہ وہ جماعت جس مقام اور درجہ پر پہنچی ہوئی تھی اسکو پورے طور پر بیان ہی نہیں کر سکتے ہمارے مخالف علماء اور دوسرے فرقے اگرچہ ہمارے مخالف ہیں تاہم وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس بیان میں ہم نے مبالغہ کیا ہے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی جماعت تو ایسی شدید کج فہم تھی کہ وہ حضرت موسیٰ کو پتھراؤ کرنا چاہتی تھی بات بات میں سرکشی اور ضد کر بیٹھتے تھے توریت کو پڑھو تو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی حالت کیسی تھی وہ ایک سنگدل قوم تھی کیا توریت میں ان کو رضی اللہ عنہم کہا گیا نہیں بلکہ وہاں تو سرکش ٹیڑھی شریر وغیرہ لکھا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جماعت وہ اس سے بدتر تھی جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے خود حضرت عیسیٰ اپنی جماعت کو لالچی اور بے ایمان کہتے ہیں بلکہ یہاں تک بھی کہا کہ اگر تم میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو تو تم میں یہ برکات ہوں غرض وہ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام اپنی جماعت سے ناراض ہو گئے اور انہیں ایک وفادار جماعت کے میسر نہ آنے کا افسوس ہی رہا یہ بالکل سچی بات ہے کہ نہ توریت میں اور نہ انجیل میں کہیں بھی ان کو رضی اللہ عنہم کہا گیا۔ مگر برخلاف اسکے جو جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میسر آئی تھی اور جس نے آپ کی قوت قدسیہ سے اثر پایا تھا اس کے لئے قرآن شریف میں آیا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اس کا سبب کیا ہے یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کا نتیجہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوہ فضیلت میں سے یہ بھی ایک وجہ ہے کہ آپ نے ایسی اعلیٰ درجہ کی جماعت تیار کی۔ میرا دعوےٰ ہے کہ ایسی جماعت آدم سے لے کر آخر تک کسی کو نہیں ملی“ (الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء)

صفت رحمانیت

اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت جس کے آپ کامل مظہر بن کر مبعوث ہوئے صفت رحمانیت ہے۔ صفت رحمانیت کسی بدلہ یا اجر کا تقاضا نہیں چاہتی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی ظاہری اور روحانی ضروریات کے لئے سب کچھ بنایا اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض اور برکات کا کوئی بدل نہیں آپ کی زبان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما اسئلکم علیہ من اجر۔ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا آپ کا دل اہل مکہ کی حالت کو دیکھ کر پگھلتا تھا اور خدا کے آستانہ پر جھک کر گڑگڑاتا تھا کہ کس طرح یہ لوگ اپنے حقیقی خالق کو پہچان جائیں کس طرح یہ اپنی زندگی کے مقصد سے آگاہ ہو جائیں۔ کس طرح یہ خدا تعالیٰ کے سچے عبد بن جائیں۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا کیا کون سی تکلیف تھی جو آپ کو نہ دی گئی ہو کونسا دکھ تھا جو آپ کو نہ دیا گیا کونسا وار تھا جو آپ پر نہ آزمایا گیا مگر ہزاروں درود اس محسن انسانیت پر اس صفت رحمانیت کے کامل مظہر پر کہ آپ ہر آن اور ہر لمحہ ان کی اصلاح کی فکر میں لگے رہتے

ھمدرد نسواں (اٹھرا کی گولیاں) دواخانہ خدمت خلق رجسٹرڈ ربوہ سے طلب کریں مکمل کورس بیس ۲۰ روپے

اور اپنا کام کرتے چلے گئے۔ آپ نے اپنے مقصد کو جاری رکھنے کے لئے اپنا آرام قربان کر دیا۔ اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ ہر قسم کے مصائب کو برداشت کیا۔ دشمنوں کے واروں کو اپنی جان پر سہا۔ اور اپنی زندگی کو اسی مقصد کے لئے لگا دیا کہ خدا سے برگشتہ روحیں اپنے محبوب حقیقی کا چہرہ دیکھ لیں۔ ان میں اخلاق فاضلہ پیدا ہو جائیں اور وہ دنیا کے رہنما بن جائیں۔ اسی کی طرف قرآن مجید کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین ... کہ اے محمد رسول اللہ آپ اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے اس غم میں کہ یہ مومن نہیں ہوئے آپ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں کرتے تھے کہ خدایا یہ تیرے گمراہ بندے ہیں۔ انہیں ضائع نہ کیجیو۔ انہیں ہلاکت سے بچیو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"وہ جو عرب کے بیابان ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں اللھم صل وسلم وبارک علیہ و آلہ بعدد ھمہ وغمہ وحزنہ لھذہ الامۃ و انزل علیہ انوار رحمتک الی الابد"

(برکات الدعاء)

پھر یہ نہیں کہ آپ کا فیضان صرف اس زمانہ کے لئے تھا بلکہ آپ کا فیضان ابدی ہے۔ آپ کی قوت قدسیہ آج بھی زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

اگر آج بھی تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنا چاہتے ہو۔ خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنے پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ آپ کے اخلاق کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالو۔ آپ کی سیرت مقدسہ کے مطابق اپنا کردار بناؤ۔ خدا تعالیٰ سے تمہارا تعلق صرف اسی ذریعے سے قائم ہو سکتا ہے۔ آج کسی مذہب کو یہ دعوےٰ نہیں کہ اس پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکے یہ فخر صرف اور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ کا خادم دنیا کا سردار بنا دیا جاتا ہے اور آپ کا عاشق اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اللھم صل علی محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

صفت رحیمیت کے کامل مظہر

پھر آپ صفت رحیمیت کے بھی کامل مظہر تھے یعنی آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کا کامل ظہور دنیا میں ہوا۔ رحم کے معنے سچی محنت کا بدلہ دینے کے لئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس صفت کو فیضان خاص کے نام سے ادا فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"فیضان خاص میں جہد اور کوشش اور تزکیہ قلب اور دعا اور تضرع اور توجہ الی اللہ اور دوسرا ہر طرح کا مجاہدہ جیسا کہ موقع ہو شرط ہے اور اس فیضان کو وہی پاتا ہے جو ڈھونڈتا ہے اور اسی پر وارد ہوتا ہے جو اس کے لئے محنت کرتا ہے"

(براہین احمدیہ صفحہ ۴۲۸)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر کونسا ظلم تھا جو لا الٰہ الا اللہ کہنے کی وجہ سے نہ توڑا گیا۔ پتھروں پر گھسیٹا گیا۔ نیزے مار کر شہید کیا گیا۔ ان کے سینوں پر کودا گیا۔ فاقے رہنا پڑا۔ مرد مرد ہی نہیں بلکہ عورتوں پر بھی ظلم ڈھائے گئے۔ انہیں بھی سختیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کا کیا شاندار ظہور آپ کے ذریعہ سے ہوا۔ کہ ۲۳ سال نہ گزرے کہ مسلمانوں کو عرب کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال پر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے اور یہ خبر جب آپ کے والد کو پہنچی تو انہوں نے کسی سے کہا کون ابوبکر خلیفہ منتخب ہوئے ہیں لوگوں نے کہا ابو قحافہ کا بیٹا کہنے لگے آج میں ایمان لے آیا کہ محمد اللہ تعالیٰ کے نبی تھے ورنہ ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا حیثیت کہ وہ مسلمانوں کا سردار اور بادشاہ بن جاتے۔ یہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کا ظہور تھا کہ ان کے دکھوں اور تکلیفوں اور محنت کا بدلہ ان کو اس دنیا میں مل جائے تو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ خدائے عزوجل رحیم بھی ہے اور کتنی جلدی مسلمانوں کی قربانیوں کا بدلہ عطا فرمایا کہ ایک قلیل عرصہ میں انہیں عرب کا بادشاہ بنا دیا اور وہ بڑی بڑی حکومتیں جو حقارت سے عربوں کا نام لیا کرتی تھیں ان سے تھر تھر کانپتی تھیں۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ان سے ٹکر لینا مونہہ کا نوالہ نہیں جو ٹکرلے گا وہ مونہہ کی کھائے گا۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی اس کی مثال کسی مذہب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایک وقت وہ تھا کہ آپ مکہ کی گلیوں میں تنہا پھرتے تھے اور پھر وہ وقت بھی آیا جب آپ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا

پورا ہوتے دیکھ لیا

صفت مالکیت کا اظہار

پھر آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی صفت مالکیت کا اظہار بھی عظیم الشان طور پر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر مکہ کو فتح کیا۔ دس ہزار قدوسیوں کے لشکر کے ساتھ آپ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ وہی لوگ جو مسلمانوں کو تکلیفیں دیتے تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے کانپ رہے تھے کہ خدا جانے کیا سلوک ان سے کیا جائے گا۔ وہ اپنے دلوں میں محسوس کر رہے تھے کہ ہم نے مسلمانوں کو تکلیف دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی بائیکاٹ کیا وطن سے نکلنے پر مجبور کیا۔ جور و ظلم کے مارا۔ پھر صرف عام مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ان کے آقا سردار تک کو تکلیفیں دینے سے باز نہیں آئے آج ان کی فتح کا دن ہے۔ اب دیکھیں کیا سلوک ہم سے ہوتا ہے ان کے دل لرزاں و ترساں تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی صفت مالکیت کے بھی کامل مظہر تھے آپ کو ہر طرح کا اختیار اور اقتدار حاصل تھا کہ ان سے ان کے مظالم کا بدلہ لیں۔ آپ نے بدلہ لیا۔ کس طرح؟ کیا ان کو قید کر کے؟ کیا سزائیں دے کر؟ کیا قتل کر کے؟ کیا جلاوطن کر کے؟ نہیں بلکہ آپ نے ساری قوم کو مخاطب کر کے فرمایا

لا تثریب علیکم الیوم

جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا تم پر کوئی گرفت نہیں۔ تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ وہ سب ظلم جو تم نے مسلمانوں پر کئے وہ سب میں نے بھلا دیئے پھر آپ نے ابو رویحہ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا دیا اور فرمایا یہ بلال کا جھنڈا ہے جو اس کے نیچے جمع ہو جائے گا وہ امن میں ہوگا۔ جو اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے گا وہ امن میں ہوگا بلال ایک حبشی غلام تھے وہ ابتدائے اسلام میں ایمان لائے اور اسلام کی وجہ سے ان پر انتہا سے زیادہ مظالم ڈھائے گئے باقی جو لوگ تھے وہ قریش مکہ کے رشتہ دار تھے جب عام معافی کا اعلان ہوا تو ہو سکتا تھا کہ بلال کے دل میں خیال آتا کہ بے شک معافی دے دی گئی مگر بھائی بند تو تم سب کے تھے اور میرے مالک تھے جو مجھ پر ظلم ڈھاتے گئے آج ضرورت ہے کہ ان کا بدلہ لیا جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بدلہ لیا۔ مگر کیا شاندار بدلہ کہ اس حبشی غلام کے نام کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ اور تمام سرداران مکہ کے سروں کو اس جھنڈے کے سامنے جھکا دیا۔ کہ آج اسی جھنڈے تلے جمع ہو کر معافی ملے گی۔ جس کے سینہ پر کھڑے ہو کر تم کودا کرتے تھے۔ ساری تاریخ زمانہ کے صفحات الٹ ڈالو ...

انبیاءؑ کے حالات پڑھ جائیں ایسے عظیم الشان عفو کا نمونہ جو کہ آپؐ کو کامل اقتدار حاصل تھا۔ لیکن نہیں نظر نہیں آئے گا۔

اللھم صل علی محمد
و علی آل محمد

کامل نمونہ صرف رسول کریمؐ ہیں

اخلاق کے اظہار کے متعلق یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی شخص تمام بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک یہ دو باتیں اس میں نہ پائی جاتی ہوں۔ پہلی یہ کہ اس کی زندگی کے تمام حالات اس کی سیرت اس کے اخلاق اس کے عمل تفصیلی طور پر دنیا کے سامنے نہ ہوں اور اس کی زندگی کا کوئی حصہ دنیا کی نظروں سے اوجھل نہ ہو۔ دوسرے اس کی زندگی ایسے دوروں میں سے گزری ہو کہ وہ زندگی کے ہر پہلو کے لحاظ سے دنیا کے لئے نمونہ بننے کی حقدار ہو۔ اگر کسی شخص نے غریبی کا مزہ نہیں چکھا تو وہ غرباء کے لئے کیسے نمونہ بن سکتا ہے اگر کسی شخص کو دولت نہیں ملی تو وہ امیروں کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا۔ اگر کسی شخص نے جنگ میں حصہ نہیں لیا پھر کیسے جنگ کے متعلق وہ ہدایات دے سکتا ہے۔ کسی کو حکومت نہیں ملی اس کی زندگی حاکموں کے لئے مثالی زندگی قرار نہیں دی جا سکتی۔ وغیرہ۔

یہ دونوں باتیں صرف اور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ہی اکمل اور اتم طور پر پائی جاتی ہیں۔ تمام انبیاء میں سے صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی ہے جن کی زندگی کا ہر فعل اور ہر واقعہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ اور دنیا کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ آپؐ نے ہر قسم کا زمانہ پایا۔ آرام کا بھی تکلیف کا بھی۔ تنگیوں کے پیالے بھی پیئے اور اقتدار و حکومت اور جاہ و حشمت بھی نصیب ہوئی۔ نبوت سے پہلے آپؐ کی زندگی اتنی پاک اور مطہر تھی کہ شدید سے شدید دشمن بھی آپؐ پر کوئی الزام نہ لگا سکا۔ بچپن کا زمانہ نہایت شریفانہ اطوار سے گزارا۔ یہاں تک کہ آپ گھر میں اپنا کھانا بھی مانگ کر نہ لیتے۔ مزدوری بھی کی۔ آپؐ نے ایک دفعہ فرمایا میں اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ تجارت بھی کی جس میں آپؐ کی دیانتداری۔ وعدہ کی پابندی اور معاملہ کی صفائی کو دیکھ کر ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کو شادی کا پیغام دیا۔ آپؐ کے ارد گرد کا ماحول بت پرستی۔ شراب نوشی قمار بازی اور طرح طرح کی بدکاریوں سے پُر تھا۔ مگر آپؐ کی زندگی اس ماحول میں بھی ہر قسم کے عیب سے پاک تھی یہاں تک کہ خود اپنی قوم سے آپؐ نے صادق اور امین کا خطاب پایا تھا۔ ۲۵ سال تک شادی سے قبل کی زندگی انتہائی طور پر پاکیزہ گزاری۔

پھر شادی کی تو ایک چالیس سالہ بیوہ سے اہل و عیال کے ساتھ سلوک میں آپؐ نے بے نظیر نمونہ قائم فرمایا۔ دعویٰ نبوت کے بعد آپؐ کی شدید ترین مخالفت ہوئی تیرہ سال کا لمبا عرصہ مخالفتوں ظلمتوں اور دکھوں کا آپؐ نے گزارا اور دنیا کے سامنے اپنے صبر و ثبات اور استقامت کا ایک ایسا نمونہ قائم کیا جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو دشمن نے آپؐ کی مخالفت کی آگ تمام عرب میں لگا دی اور خدا تعالیٰ کے اذن سے آپؐ کو اسلام کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانی پڑی آپؐ نے باوجود قلیل تعداد سامانوں اور ذرائع کی قلت کے، ہر جنگ میں دشمنوں کو شکست دی۔ اور چند سال کے عرصہ میں ہی فاتح ہو کر امن قائم کر دیا۔ جنگ اور صلح کیلئے ایسے قانون اور ہدایات جاری فرمائیں جو آج بھی مہذب اور تعلیم یافتہ قوموں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں۔ آج بڑی بڑی مغربی اقوام اپنے معاہدہ کی پابندی سے منکر ہو رہی ہیں۔

یو۔ این او میں مسلمانوں سے وعدے کئے جاتے ہیں۔ ایسے وعدے جو صرف کاغذ کی زینت ہی بن کر رہ جاتے ہیں اور وعدہ فردا پر ٹلتے چلے جاتے ہیں لیکن ہزاروں سلام اور درود اس محبوبؐ اور محسن انسانیت پر جو دنیا میں درس اخلاق دینے آیا تھا اس نے اپنے عمل سے بتایا کہ خدا کے نبی وعدہ اور عہد کر کے اس سے پھرا نہیں کرتے صلح حدیبیہ کے وقت قریش مکہ اور مسلمانوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ مسلمانوں میں سے جو اسلام سے مرتد ہو گا اسے مسلمان واپس بھیج دیں گے اپنے پاس نہ رکھیں گے لیکن قریش میں سے جو اسلام لائے گا اسے مدینہ نہ جانے دیا جائے گا ابھی معاہدہ ہوا ہی تھا کہ دنیا کے سامنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کی پابندی کا امتحان بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہو گیا۔ سہیل جو مکہ والوں کی طرف سے معاہدہ کر رہا تھا اس کا بیٹا ابوجندل بیڑیوں میں جکڑا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آگرا کہ یا رسول اللہ مجھے ساتھ لے چلیئے یہ لوگ اسلام کی وجہ سے مجھ پر ظلم کرتے ہیں اس کی حالت دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ تلواروں کے دستوں پر ان کے ہاتھ مضبوط ہو گئے مگر یہ شان تھی اس کامل انسان صلے اللہ علیہ وسلم کی جس کی زندگی کا ہر واقعہ دنیا کے لئے نمونہ ہے فرمایا ابوجندل صبر کرو! خدا کے نبی وعدہ کر کے توڑا نہیں کرتے۔ اللھم صل علی محمد و بارک وسلم۔ فتح مکہ کے بعد آپؐ کی حیثیت ایک بادشاہ کی تھی۔ ہر قسم کے خلق کے اظہار کا آپؐ کو موقع ملا۔ آپؐ بادشاہ تھے لیکن انتہائی سادہ زندگی گزاری کوئی شان و شوکت کا سامان نہ کیا بلکہ سارے کے سارے اموال غرباء۔ یتامیٰ۔ بیواؤں اور ناداروں کی بہبودی کے لئے خرچ کرتے یہاں تک کہ شادی کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی ذاتی جائداد جو آپؐ کی خدمت میں پیش کر دی وہ بھی آپ نے غرباء۔ یتامیٰ پر خرچ کر دی اور تمام غلام آزاد کر دیئے۔

غرضیکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق کہ لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے انسانوں کے لئے کامل نمونہ ہے بچوں کے لئے بھی جوانوں کے لئے بھی اور بوڑھوں کے لئے بھی۔ مردوں کے لئے بھی عورتوں کے لئے بھی امیروں کے لئے بھی غریبوں کے لئے بادشاہ کے لئے بھی رعایا کے لئے بھی کاروباری انسانوں کے لئے بھی تاجروں کے لئے بھی۔ استادوں کے لئے بھی طالب علموں کے لئے بھی اور جرنیلوں کے لئے بھی۔ غرض ہر شعبہ زندگی میں اعلےٰ اخلاق دکھانے کا آپؐ کو موقعہ ملا۔ اور ایسا نمونہ آپؐ نے دکھایا جو ساری دنیا کے لئے قابل تقلید ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؐ کی شان میں فرماتے ہیں:۔

شان حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

اسی طرح آپؐ فرماتے ہیں:۔

گوشۂ دامنِ او تا بہ کفِ کس گرفت
گر بتابد چو ماہ تابش شگفت
خون خود در رہ عذرا شد
نقدِ جاں پیشش باپ آنشا نمود
آں معلم زبی کہ در دوران
چوں خود دیگرے ہمدنشا نی
شرح خلقش کجا توانم کرد
حسن آں عاجز از بیانم کرد
عالمے را بنور حق افروخت
قدم صدق ما بخلق آموخت

ترجمہ:۔ ۱۔ ہر وہ شخص جس نے آپؐ کا دامن پکڑ لیا وہ چاند کی مانند چمکنے لگ گیا۔

۲۔ انہوں نے اپنا خون خدا کی راہ میں بہایا اور اپنی جان آپ کے پاؤں کے نیچے لا ڈالی۔

۳۔ آپؐ زمانہ میں ایسے عظیم الشان استاد ہیں کہ آپؐ کی شان کے کسی اور استاد کا نشان نہیں ملتا

۴۔ میں آپؐ کے اخلاق کی تشریح کیسے کر سکتا ہوں میں تو آپؐ کے حسن کو بیان کرنے سے عاجز ہوں۔

۵۔ آپؐ نے الٰہی نور کے ساتھ ایک عالم کو روشن کر دیا اور مخلوق کو ثابت قدمی کا سبق سکھایا۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

جب تک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے رہے اور تخلقوا باخلاق اللہ کے مطابق ان اخلاق و فضائل کے مالک رہے جو صفات الٰہیہ کا مظہر تھے۔ وہ ساری دنیا کے استاد رہے نہ صرف انہوں نے عرب پر حکومت کی بلکہ عرب سے نکل کر سارے ایشیا یورپ اور افریقہ پر چھا گئے۔ مغربی اقوام جو آج اخلاق اخلاق کے نعرے لگاتی ہیں انہوں نے مسلمانوں سے ہی درس انسانیت اور درس اخلاق لیا تھا۔ لیکن دوسری قوموں کو درس اخلاق دے کر خود اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ خود قرآن پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور قرآن کی تعلیم میں کوئی تضاد نہیں بلکہ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ کان خلقہ القرآن کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق آپؐ کا کردار آپؐ کا عمل وہی ہے جس کی تعلیم قرآن مجید میں دی گئی ہے۔ جب تک مسلمانوں کا عمل قرآن مجید کے مطابق رہا۔ جب تک ان کی زندگیاں قرآن مجید کے محور کے گرد گھومتی رہیں وہ کسی قوم سے شکست نہ کھا سکے۔ آج دشمنان اسلام کا سب سے بڑا اعتراض اسلام پر یہی ہے کہ اسلام مسلمانوں کی ترقی میں مدد کیسے کیسی

فضول بات ہے۔ کیا ایک سبب سے دو متضاد نتیجے نکل سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ اگر چودہ سو سال پہلے کی ترقی قرآن مجید پر عمل کرنے کے نتیجہ میں تھی تو آج بھی وہی نتیجہ نکل سکتا ہے جو اس وقت نکلا تھا بشرطیکہ عمل قرآن کے مطابق ہو۔

آج دنیا جس طرف جا رہی ہے اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہونے لگ جاتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کا یہی حال رہا اور انہوں نے اپنی اخلاقی اور معاشرتی اصلاح نہ کی تو ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہماری تہذیب کا کیا بنے گا۔ پاکستان جو ہم نے جانوں کی قربانی دے کر حاصل کیا۔ جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اسی لئے تو حاصل کیا گیا کہ ہم ہندوؤں کے ساتھ مل جل کر نہ رہ سکتے تھے ہمیں ایک ایسے وطن کی ضرورت تھی جہاں ہماری تہذیب ہو جہاں ہمارا اپنا کلچر ہو۔ ہاں وہ تہذیب اور کلچر جو چودہ سو سال پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ کیا ہم دیانتداری کے ساتھ غیر ممالک کے بسنے والوں کے سامنے اپنی تہذیب کو یہ کہہ کر پیش کر سکتے ہیں کہ یہ وہ اعلیٰ ترین تہذیب ہے جس کی بنیاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ڈالی گئی تھی ایک طرف ہمارا یہ دعوےٰ کہ ہماری ہر الجھن کا حل قرآن میں ہے۔ دوسری طرف ہمارا عمل اس کے خلاف۔ یقیناً یہ چیز ہمارے لئے باعث ذلت و عار ہے کہ دعوی کچھ اور عمل کچھ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دنیا جہان کی نعمتیں دیں۔ اور ان کو خدا تعالےٰ کا فرمانبردار بنا کر دیں۔ جو تہذیب انسان کو خدا سے دور کرے وہ ہماری تہذیب نہیں ہونی چاہیئے۔ جس کلچر سے ہماری اخلاقی قوتیں تباہ ہوں اور روحانیت مردہ ہو وہ کلچر ہمارا نہیں ہونا چاہیئے موجودہ زمانہ میں عورتوں کی مذہب سے بیگانگی۔ پردہ سے گھبرانا۔ مردوں سے اختلاط۔ اپنے فرائض سے گھبرا کر گھر کے باہر کی زندگی کو اختیار کرنا۔ قرآن مجید کی تعلیم سے ناواقفیت۔ اللہ تعالےٰ نے اولاد کی تربیت کا جو فریضہ ان کے سپرد کیا ہے اس کو ادا نہ کرنا کیا یہ سب امور اسلام کی تعلیم کے مخالف نہیں۔

آج بھی مسلمان ترقی کر سکتے ہیں تو قرآن پر عمل کر کے جس کا ایک حکم بھی ایسا نہیں جو ناقابل عمل ہو اور جس پر عمل کرنا ہمارے ایمان کا ضروری حصہ نہ ہو۔ مسلمانوں کا زندہ ہونا ان کی ترقی ان کا غلبہ منحصر ہے اس بات پر کہ ہم قرآن پر عمل کریں۔ قرآن پڑھیں۔ سمجھیں۔ پڑھائیں اور اپنی زندگیوں کو قرآن کی تعلیم کے مطابق ڈھالیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کریں

آپؐ کی قوت قدسیہ آج بھی زندہ ہے

یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا اخلاق تبدیل ہو سکتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ

ہر مرض کا علاج دنیا میں موجود ہے ظاہری بھی اور روحانی بھی اسی لئے تو اللہ تعالےٰ نے سورہ فاتحہ میں یہ دعا سکھائی ہے

اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

انسان عبادت کرتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالےٰ کی استعانت طلب کرتا رہے کہ اس کی مدد کے بغیر اور اس کے فضل کے بغیر انسان ترقی نہیں کر سکتا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم کی دعا ہمیشہ کرتا رہے۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے جب بھی اس کی ہدایت کے سامان مہیا فرمائے تحدیث نعمت کے طور پر اسے فوراً قبول کرے اور اللہ تعالےٰ کا شکر گذار بندہ بنے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکات صرف اس زمانہ کے لئے نہیں آپؐ کی برکات آپؐ کی قوت قدسیہ آج بھی زندہ ہے آپؐ زندہ جاوید نبی ہیں اور آپ کی ابدی زندگی کے ثبوت کے طور پر اللہ تعالےٰ نے اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا کہ جب بھی اسلام میں داخلی و خارجی خرابیاں پیدا ہونے لگیں گی اللہ تعالےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحیح مطیع اور فرمانبردار روحانی فرزند کو دین کی حفاظت کے لئے کھڑا کرتا رہے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور قرب میں ترقی کر کے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرتے رہیں گے اور اسلام کا احیاء کرتے رہیں گے۔ ہر صدی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ایک مجدد نے آنا تھا اور چودھویں صدی کے سر پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود نے جو مہدی معہود بھی ہو گا کا آنا مقدر تھا۔

مقام خوف

۲۲ ربیع الاول مطابق ۲ جولائی ۱۹۶۶ء کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر پورے چودہ سو سال گزر رہے ہیں اگر ہمیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفت رب العالمین اب بھی اسی طرح جاری و ساری ہے اگر ہمیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ کی کہی ہوئی کوئی بات غلط نہیں نکلتی اگر ہمیں یہ یقین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں نے بہرصورت پورا ہونا تھا تو ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس مسیح موعود کی آمد کے ذکر سے احادیث کی کتب بھری پڑی ہیں وہ آ چکا ہے اور اس کا نام ہے مرزا غلام احمدؑ پس اللہ تعالےٰ کا خوف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے انسان کے لئے بڑا ہی خوف کا مقام ہے کہ خدا کے وعدے اسلام کی حفاظت کے پورے ہو چکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ آنے والا مہدی اور مسیح آ چکا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے غلبۂ اسلام کو مقدر کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ
وَلَا تَفَرَّقُوْا

اللہ تعالےٰ کے مامور کے ہاتھ پر اکٹھا ہو جانے اور تفرقہ چھوڑ کر اتحاد اور وحدت اختیار کر لینے سے ہی اسلام کو فتح اور ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور مسلمانوں کو پھر وہ بلند درجات حاصل ہو سکتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور صحابیات کو ملے بے شک قرآن مجید ہمارے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ لیکن کامل شریعت اور کامل تعلیم ہوتے ہوئے بھی مسلمان اسے بھول چکے تھے۔ نہ پڑھتے تھے نہ اس پر عمل کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسی لئے مبعوث فرمایا کہ آپ* قرآن مجید کے خزانے دنیا کو تقسیم کریں۔ اور قرآن کے ذریعہ سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پر عمل کرے جس پر چلنے میں ہمارے لئے راہ نجات ہے اور جس پر چل کر ہم وہی اخلاق فاضلہ اور خصائل حسنہ حاصل کر سکتے ہیں جو قرآن سکھاتا ہے۔

مستورات سے خطاب

میں اپنے اس مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایک مضمون کے اقتباس سے ختم کرتی ہوں۔ آپ فرماتے ہیں

عورتوں کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اپنی اولادوں کے دلوں پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی نقوش نقش کرتی رہیں

عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ سب سے زیادہ احسان ان پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ دنیا کے پردہ پر عورتوں سے بڑھ کر کوئی مظلوم قوم نہ تھی وہ حقیر اور ذلیل سمجھی جاتی تھی اور ان کو کبھی بھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عورتوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے ان کی قدر و منزلت قائم کی اور ان کے احساسات و جذبات کا خیال رکھنے کی مردوں کو ہدایت کی اس احسان کی یاد میں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کیا ہے ان کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ آپؐ کے اعمال اور اخلاق کی نقل کریں۔ اور اعمال و اخلاق کے یہی نقوش اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں آج کا انسان در اصل مجبور ہوتا ہے اُن اخلاق سے جو نو یا دس سال کی عمر میں اُس کے بنا دیئے جاتے ہیں وہ نو یا دس سال کی عمر تک ماں کی گود میں پلتا اور اسی سے اخلاق و عادات سیکھتا ہے۔

پس تم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر اپنی اولاد کے دلوں پر کھینچو تاکہ جب وہ بڑے ہوں تو انہیں کسی نئی تصویر کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ بلکہ ان کے بڑے ہونے کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تصویر بھی نقش ہو جائے جو ان کی ماؤں نے ان کے دل پر کھینچی تھی۔

اس کے ساتھ ہی میں مردوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ جو کوتاہی آپ لوگوں سے اب تک اس سلسلہ میں ہو چکی ہے اس کو دور کر دو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا ایسا اعلیٰ درجہ کا نمونہ پیش کرو کہ دنیا والوں کو اس جہان میں اس کے سوا اور کوئی چیز نظر ہی نہ آئے۔ جیسے ایک شاعر نے کہا ہے کہ

”جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے“

اسی طرح ان اخلاق میں ترقی کرتے کرتے ایسی حالت ہو جائے کہ کچھ عرصہ کے بعد ہم جدھر بھی دیکھیں ہمیں سوائے محمدؐ کے اور کوئی نظر نہ آئے خواہ وہ چھوٹا محمد ہو یا بڑا محمد۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ اس دنیا میں ہمیں محمد ہی محمد نظر آنے لگیں گے تو چونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کی صفات کی ایک تصویر ہیں۔ اس لئے دنیا میں توحید کامل پیدا ہو جائے گی اور شرک باقی نہ رہے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ جہاں خدا ہو وہاں شرک نہیں رہ سکتا۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم انک حمید مجید۔

نہ رہ سکتی تھی۔ خلوت و جلوت کا ساتھ جو ہوا اسی قربت کا نتیجہ تھا کہ جب میرے آقاؐ کو خدا تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تو صدیق اکبرؓ کو ایک لحظہ کے لئے بھی اُس کے قبول کرنے میں تامل نہ ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ مکہ کے معروف تاجروں میں سے تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے جس سے ان کو بڑی معقول آمدنی تھی۔ وہ مالِ تجارت لے کر یمن گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو شہر سے باہر ہی اُن کو اپنا گہرا دوست عمرو بن ہشام مل گیا جس کی کنیت ابوالحکم تھی جس کے معنی ہیں حکمت و دانائی اور عقلمندی و فراست کا باپ۔ یعنی عرب بھر میں سب سے زیادہ فرزانہ اور دانشمند شخص۔ سہ

دونوں دوست نہایت تپاک سے ملے حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا "کہو ابوالحکم! اچھے تو ہو۔ شہر کا کیا حال ہے؟ میری غیر حاضری میں کوئی نیا واقعہ تو نہیں ہوا؟

ابوالحکم:- ابوبکر! ویسے تو حالات معمول پر ہیں۔ کوئی خاص بات قابلِ ذکر نہیں مگر تمہارے پیچھے ایک حادثہ ایسا ہوا ہے جس کا بے حد افسوس اور نہایت درجہ قلق ہے اور یقین ہے کہ تمہیں بھی سُنکر بڑا رنج ہوگا

ابوبکرؓ:- (گھبرا کر) جلدی بتاؤ کیا بات ہوئی؟

ابوالحکم:- بات یہ ہوئی کہ تمہارے دوست محمدؐ کے دماغ میں فرق آگیا ہے اور وہ پاگل ہوگیا ہے۔ بیچارہ اچھا بھلا نیک آدمی تھا۔ نہ معلوم بیٹھے بیٹھے اُس کا دماغ کیوں اُلٹ گیا؟ اور وہ کیوں اول جلول باتیں کرنے لگا؟

ابوبکرؓ:- آخر وہ کیا کہتا ہے؟

ابوالحکم:- جو کچھ وہ کہتا ہے تم سُنو گے تو ہنسو گے۔ اور مکہ میں جو بھی اس کی بات سُنتا ہے وہ اُسکی نادانی پر ہنستا ہے۔

ابوبکرؓ:- بتاؤ تو سہی کہ وہ کہتا کیا ہے؟

ابوالحکم:- ایک تو وہ یہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے اپنا رسولؐ بنا کر بھیجا ہے بھلا تم ہی بتاؤ کیا یہ بات عقل میں آنے والی ہے؟ محمدؐ ایک سیدھا سادا معمولی سا آدمی ہے اُسے نبی کون تسلیم کرے گا اگر خدا کو نبی بنانا ہی تھا تو مجھے بناتا جو سارے عرب میں ابوالحکم کے نام سے مشہور ہوں۔ اور تمام ملک میری فرزانگی کے باعث میری عزت کرتا ہے۔ مَیں قریش کا معزز سردار اور مکہ کا رئیس اعظم ہوں۔ مجھے نہ سہی ابولہب بن عبدالمطلب۔ عاص بن وائل۔ ولید بن مغیرہ میں سے کسی کو بنا دیتا۔ یہ بھی نہ سہی تمہیں ہی بنا دیتا۔ کیونکہ تم بھی نہایت عقلمند دُور اندیش اور سلیم الفطرت ہو۔ پھر مکہ کے بڑے تاجروں میں تمہارا شمار ہوتا ہے۔ اسی تجارت کی بدولت تمہارے پاس چالیس ہزار روپے نقد موجود ہیں۔ بیچارے غریب محمدؐ کی نبوت کو کون مانے گا؟ اور کون اُسے ......

ابوبکرؓ:- (بیچ میں سے بات کاٹ کر) ان فضول باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ محمدؐ اور کیا کہتا ہے؟

ابوالحکم:- دوسری بات وہ اس سے بھی زیادہ بیوقوفی کی کہتا ہے جو کسی طرح بھی کسی کی عقل میں آنے والی نہیں۔ ذرا تم بھی سُنو اور اُس کی عقل پر ماتم کرو۔ وہ کہتا ہے کہ تین سَو ساٹھ بُتوں کو چھوڑو اور ایک اکیلے خدا کی پرستش کرو۔ بھلا کون ایسا بیوقوف ہوگا جو محمدؐ کی یہ بات مانے گا اور تین سَو ساٹھ خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا پر ایمان لائے گا۔

ابوبکرؓ:- اچھا ابوالحکم! رخصت۔ مَیں ابھی محمدؐ کے پاس جاتا ہوں اور اُس سے مل کر اِس کے متعلق پوچھتا ہوں۔

ابوالحکم:- ضرور جاؤ شاید تمہارے ہی سمجھانے سے اُس کا دماغ ٹھیک ہو جائے اور وہ راہِ راست پر آجائے۔

ابوبکرؓ نے ابوالحکم کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنا سارا سامان ایک لونڈی کے ہاتھ (جو اتفاقاً بازار میں مل گئی تھی) اپنے گھر بھیج دیا اور خود تیزی کے ساتھ آنحضرتؐ کے مکان پر تشریف لائے۔

میرے آقاؐ نے مدت کے بعد اپنے دوست کو دیکھا تو نہایت خوش ہوئے بڑی محبت کے ساتھ اُن سے معانقہ کیا اور پوچھنے لگے۔ "ابوبکر! تم کب آئے؟ مَیں تو تمہارا انتظار ہی کر رہا تھا۔

ابوبکرؓ:- مَیں ابھی ابھی سفر سے واپس آیا ہوں۔ اور بہت زیادہ تھکا ہوا ہوں مگر گھر جانے سے پہلے آپکے پاس آیا ہوں۔ مجھے شہر سے باہر ابوالحکم ملا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ آپ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟

میرے آقاؐ نے سوچا کہ ابھی ابھی ابوبکر واپس آئے ہیں۔ کچھ دیر آرام کر لیں تو پھر مَیں ساری بات اِن سے کہوں گا۔ کیونکہ اطمینان اور سہولت کے ساتھ بات کرنی ٹھیک ہے ایسی جلدی میں بعض اوقات بات سمجھ میں نہیں آتی اور اس کا اُلٹا اثر ہوتا ہے۔

یہ خیال کرتے ہوئے میرے آقاؐ نے ابوبکرؓ سے کہا "میاں ایسی جلدی کیا ہے۔ ذرا اطمینان سے بیٹھو گے تو پھر مَیں تم کو ساری بات سُناؤں گا۔

ابوبکرؓ:- (بے چینی کے ساتھ) مَیں نہ ساری بات سُننا چاہتا ہوں نہ آدھی۔ نہ مَیں آپ سے کوئی دلیل مانگتا ہوں نہ کوئی ثبوت طلب کرتا ہوں۔ صرف اتنی بات پوچھتا ہوں کہ کیا خدا نے آپؐ کو نبی بنایا ہے؟

آنحضرتؐ:- مَیں اسی بات کے متعلق تم سے گفتگو کروں گا مگر تم اس وقت بہت تھکے ہوئے ہو۔ گھر جاؤ نہاؤ دھوؤ۔ کھانا کھاؤ۔ کچھ دیر آرام کرو۔ پھر آؤ تو اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔

ابوبکرؓ:- نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر مجھے گھر جانا ہوتا تو پہلے یہاں کیوں آتا مَیں قطعاً کوئی دوسری بات سُننے کے لئے تیار نہیں۔ صرف اتنا بتائیں کہ کیا آپؐ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔

ابوبکرؓ کے سخت اور پیہم اصرار سے آنحضرتؐ مجبور ہو گئے اور فرمانے لگے

"ہاں ابوبکر! یہ سچ ہے۔ مَیں نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔"

ابوبکر نے میرے آقاؐ کے مُنہ سے یہ سُنتے ہی بڑی تیزی کے ساتھ اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہنے لگے۔ بس بس مَیں اور کچھ نہیں پوچھنا چاہتا۔ آپ گواہ رہیں مَیں آپؐ پر ایمان لایا اور آپؐ کی نبوت کی تصدیق کرتا ہوں۔ لیجئے میری بیعت!

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دوست کے اس عجیب طرزِ عمل سے حیران رہ گئے آپؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ابوبکرؓ نے پورے ادب و احترام کے ساتھ حضورؐ کی بیعت کر لی۔

اس طرح میرے آقاؐ کی سب سے پہلی تبلیغ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔

سہ یہ بات کتنی عجیب و غریب ہے کہ ایسا دانا اور صاحبِ فراست شخص وقت آنے پر نہایت درجہ اجہل ثابت ہوا اور "ابوجہل" نام پایا۔ اور یہ نام اس قدر مشہور ہوا کہ اصلی نام اور کنیت کو آج کوئی جانتا بھی نہیں۔

ایک خط

لکھ کر فہرست کتب سلسلہ اُردو و انگریزی طلب فرمائیں۔

اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ ربوہ

ہر صاحبِ استطاعت احمدی کا فرض ہے کہ وہ اخبار روزنامہ

الفضل

خود خرید کر پڑھے

(مینیجر الفضل ربوہ)

میرے آقا کی سب سے پہلی تبلیغ

(محترم جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)

کچھ دن ہوئے میں نے ایک کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات میں افسانہ کی طرز پر لکھی تھی جس کا نام "ہمارا آقاؐ" تھا۔ یہ کتاب کا پہلا حصہ تھا جس میں حضور علیہ السلام کو بعثت تک کے حالات تھے۔ کتاب کافی پسند کی گئی اور اُسے مکمل کرنے کے لئے بہت سے احباب نے اصرار کیا لیکن میں اُسے آگے نہ لکھ سکا۔ اب ایڈیٹر صاحب الفضل نے "خاتم النبیینؐ نمبر" کے لئے مضمون کی فرمائش کی تو میں نے خیال کیا کہ اگر "ہمارا آقاؐ" کا دوسرا حصہ الفضل میں بالاقساط شروع کر دیا جائے تو ایڈیٹر صاحب کے ارشاد کی بھی تعمیل ہو جائے گی اور مختلف اقساط میں چھپ کر کتاب بھی مکمل ہو جائے گی۔ لہٰذا اللہ کا نام لے کر میں "ہمارا آقاؐ" کی دوسری جلد کا آغاز ذیل کے مضمون سے کر رہا ہوں۔ ناظرین نے اس سلسلہ کو پسند کیا تو انشاء اللہ آہستہ آہستہ یہ کتاب الفضل میں چھپ کر مکمل ہو جائے گی۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

"نیکی گھر سے شروع ہونی چاہیئے"۔ اس مشہور مثل کے مطابق میرے آقاؐ نے نبی ہونے کے بعد سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو اسلام کی تبلیغ کی۔ حضور علیہ السلام کے گھر کے آدمی تین تھے۔

(۱) ایک آپؐ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ طاہرہؓ

(۲) دوسرے آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ بن ابی طالب۔

(۳) تیسرے آپؐ کا غلام زیدؓ بن حارثہ

(۱)

حضرت خدیجہ طاہرہؓ پر اپنے مقدس شوہر کی نیکی و پرہیزگاری اور پاکی و تقدس کا اتنا گہرا اثر تھا اور انہوں نے پندرہ برس کے طویل عرصہ تک میرے آقاؐ کی ہر حرکت و سکون اور ہر قول و فعل کو اتنی غائر نظر سے اور اتنے قریب سے دیکھا تھا کہ اُن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت و سچائی پر خفیف سا بھی شک و شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک روز میرے آقاؐ نے اُن کو بلایا اور فرمایا:۔ "خدیجہ! آج میں تم سے ایک ضروری بات کہنی چاہتا ہوں!"

حضرت خدیجہ رضؓ:۔ میری جان و دل کے مالک! فرمائیے کیا بات ہے؟

آنحضرتؐ:۔ وہ بات یہ ہے کہ مجھے خدا نے فرمایا ہے وانذر عشیرتک الاقربین (یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدائی عذاب سے ڈرا)

خدیجہ رضؓ:۔ بے شک بڑی اچھی بات ہے جو حکم خدا تعالیٰ نے آپؐ کو دیا ہے آپؐ اُسے بجا لائیں۔

آنحضرتؐ:۔ میں کام کی ابتدا اپنے گھر سے کرنی چاہتا ہوں۔

خدیجہ رضؓ:۔ میرے آقاؐ! میں آپؐ کا مطلب نہیں سمجھی۔ ذرا وضاحت سے فرمائیے کہ آپؐ گھر سے کس کام کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں؟

آنحضرتؐ:۔ خدا کی وحدانیت کی اشاعت اور اپنی رسالت کی تبلیغ۔

خدیجہ رضؓ:۔ پھر شوق سے کیجئے۔ آپؐ کو منع کرنے والا کون ہے؟

آنحضرتؐ:۔ اس گھر میں میرے سب سے زیادہ قریب تم ہو لہٰذا میں سب سے پہلے تم سے کہتا ہوں کہ اس بات پر ایمان لاؤ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اور خدا پر ایمان لاؤ جو میرا اور تمہارا اور سب مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے۔

خدیجہ رضؓ:۔ میرے آقا! جو بات آج آپ مجھ سے فرما رہے ہیں میں تو یہ اُسی دن سمجھ گئی تھی جب آپؐ کو اپنے ہمراہ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئی تھی۔ نہیں نہیں! آج سے پندرہ برس پہلے جب ہماری شادی ہوئی تھی تو میں نے اُسی وقت دیکھ لیا تھا کہ میری شادی انسان سے نہیں ہوئی بلکہ ایسی مقدس ہستی سے ہوئی ہے جو بلا مبالغہ فرشتوں سے بھی بہتر ہے۔ اتنا لمبا عرصہ پاس رہنے کے بعد بھی کیا مجھے آپؐ کی صداقت اور سچائی میں کسی قسم کا شک اور شبہ ہو سکتا ہے؟ میرے آقا! میں آج کہتی ہوں کہ میں نے بڑے ہی غور سے نہایت گہری نظر سے اور بے حد تنقیدی نگاہ سے آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ کندن میں بھی شاید کچھ کھوٹ ہو مگر آپؐ کی زندگی کندن سے بھی بدرجہا زیادہ صاف اور مجلّیٰ ہے۔ لہٰذا میں ایک لمحہ تامل کئے بغیر آپؐ پر ایمان لاتی ہوں اور اس پر ناز کرتی ہوں کہ میری جان و دل کے مالک کو خدا نے یہ اعزاز بخشا۔ میرے آقاؐ! میری زندگی پہلے بھی آپؐ کی خدمت کے لئے وقف تھی اور میری آئندہ زندگی بھی آپؐ کی خدمت کے لئے وقف رہے گی۔ خدا میری اس خدمت کو قبول فرمائے۔

خدیجہ رضؓ نے جو کچھ زبان سے کہا تھا اپنے عمل سے وہ کر کے دکھا دیا۔ اور استقامت۔ اطاعت اور محبت و خلوص کا ایسا کامل ترین نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جسکی دوسری نظیر موجود نہیں۔ مکہؐ کی اس سب سے بڑی دولتمند خاتون نے اپنا تن۔ من۔ دھن اسلام اور حضور بانیٔ اسلامؐ پر قربان کر دیا۔ اپنی خوشی سے غریبی کی زندگی اختیار کی اور اسلام کی نصرت و امداد میں ہر قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کیں اور اسی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ خدیجہ رضؓ! تجھ پر ہزاروں سلام! دنیا جہان کی مسلم خواتین کو تیری مقدس ذات پر فخر ہے کیونکہ تو ہی وہ محترم خاتون ہے جس نے فخر عالمؐ۔ فخر رسلؐ اور فخر موجوداتؐ کی سب سے پہلے تصدیق کی۔ میں تیرے مقدس شوہر کا ایک حقیر ترین غلام۔ اپنی عقیدت اور محبت کے پھول انتہائی ادب و احترام کے ساتھ تیرے پاک اور مطہر قدموں پر نچھاور کرتا ہوں۔

(۲)

حضرت علیؓ جناب ابو طالب کے فرزند اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ بچپن ہی سے اِن کو میرے آقا نے اپنے چچا سے لے لیا تھا اور حضورؐ کی نگرانی میں اُن کی پرورش اور تربیت ہوئی تھی۔

حضرت خدیجہ طاہرہؓ سے گفتگو کے بعد میرے آقا نے اِن کو آواز دی "علی! اِدھر آؤ اور میری ایک بات سنو"

اس پر حضرت علیؓ فوراً آپؐ کے پاس آکر مؤدب بیٹھ گئے اور کہنے لگے "فرمائیے آپؐ نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

آنحضرتؐ:۔ وہ زید کہاں ہے؟

علیؓ:۔ کہیں باہر گیا ہوا ہے۔

آنحضرتؐ:۔ کسی نے اسے کسی کام بھیجا ہے یا وہ خود ہی گیا ہے؟

علیؓ:۔ پتہ نہیں۔

آنحضرتؐ:۔ خیر جب وہ آئے گا تو میں اُس سے بھی کہوں گا۔ فی الحال تم سے ایک بہت ضروری بات کہتا ہوں۔ اُسے خوب غور سے سنو اور مجھے جواب دو۔

علیؓ:۔ جی ہاں فرمائیے۔ میں نہایت غور سے سن رہا ہوں۔

آنحضرتؐ:۔ بات یہ ہے کہ دُنیا میں عبادت کے لائق اور پرستش کے قابل صرف خدا کی ذات ہے مگر لوگوں نے بہت سے بت بنا لئے ہیں اور ان کو اپنی ناسمجھی سے خدا سمجھتے ہیں۔ تم نے بھی اِن بتوں کو کعبہ میں رکھا ہوا دیکھا ہے۔

علیؓ:۔ جی ہاں روز دیکھتا ہوں۔

آنحضرتؐ:۔ تم جانتے ہو یہ بت نرے پتھر ہیں ان میں نہ کسی شخص کو نقصان پہنچانے کی طاقت ہے نہ کسی کو نفع پہنچانے کی قدرت۔

علیؓ:۔ یقیناً ایسا ہی ہے۔

آنحضرتؐ:۔ واقعہ یہ ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ ان بتوں کی خدائی کا خاتمہ کر دیا جائے۔

علیؓ:۔ جی ہاں ضرور خاتمہ ہونا چاہیئے مگر کون کرے گا؟

آنحضرتؐ:۔ میں کروں گا اور ضرور کروں گا۔ میں نے تمہیں اس وقت

اِس لئے بُلایا ہے کہ تم اِس نیک کام میں میرا ساتھ دو۔

علیؓ:۔ مَیں آپ کے ساتھ ہوں۔

آنحضرتؐ:۔ شاباش! شاباش! تم سے ایسی ہی امید تھی اور ایسے ہی جواب کی تم سے توقع کی جا سکتی تھی۔ پس اگر میرے ساتھ مل کر بُتوں کی خدائی کا خاتمہ کرنا ہے تو پہلے اس بات پر ایمان لاؤ کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

علیؓ:۔ یقیناً آپؐ نے ٹھیک فرمایا۔

آنحضرتؐ:۔ اس بات پر بھی ایمان لاؤ کہ مَیں خدا کا رسول ہوں۔

علیؓ:۔ بے شک اور لاریب آپؐ خدا کے رسول ہیں۔ مَیں آپؐ پر ایمان لاتا ہوں اور ساتھ ہی نہایت خلوصِ قلب کے ساتھ اس امر کا وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہونگا برابر ہر بات میں اور ہر موقع پر آپؐ کی امداد اور خدمت کرتا رہونگا اور کبھی آپؐ سے جُدا نہیں ہوں گا۔

حضرت علیؓ کے یہ کہنے پر میرے آقاؐ نے آگے بڑھ کر فرطِ محبت سے اپنے چچا زاد بھائی کی پیشانی چُوم لی اور اُسے اپنے گلے سے لگا لیا۔

حضرت علیؓ نے بچپن میں جو وعدہ کیا تھا آخر تک اُس پر قائم رہے اور ہمیشہ میرے آقاؐ پر اپنی جان نثار کرتے رہے۔ کوئی ایک موقع بھی ایسا نہیں آیا کہ آپ نے پورے ذوق و شوق اور دلی جوش کے ساتھ میرے آقاؐ کی راہ میں اپنی آنکھیں نہ بچھائی ہوں۔

(۳)

زید میرے آقاؐ کا غلام اپنے نئے گھر میں نہایت خوش اور مطمئن تھا۔ اُسے نہ ماں باپ کے چھٹنے کا غم تھا نہ بہن بھائیوں سے الگ ہونے کا رنج۔ نہ رشتہ داروں اور عزیزوں سے بچھڑنے کا افسوس۔ اُس نے اپنی خوشی سے سب کو کھو کر محمدؐ کو پایا تھا اور محمدؐ اس سے اس درجہ محبت کرتے تھے کہ سارے مکّہ میں وہ زید بن محمدؐ کے نام سے مشہور تھا۔ اُسے بھی اس بات پر ناز تھا کہ مجھے ایسا آقاؐ ملا ہے جو مجھ پر ماں سے زیادہ مہربان اور باپ سے زیادہ رحیم ہے۔ اُسے کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ مَیں اپنے ماں باپ کے پاس چلا جاؤں۔

اِس وقت جبکہ خدا کا نبی خدا کا پیغام اپنے گھر والوں کو پہنچا رہا تھا۔ زید کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آیا تو میرے آقا نے اُسے بُلایا اور فرمایا "میاں زید! یہاں آؤ اور میری ایک بات سنو"۔ زید آیا اور حضورؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔

آنحضرتؐ:۔ زید تم کہاں گئے تھے؟

زیدؓ:۔ ویسے ہی ذرا باہر گھومنے چلا گیا تھا۔ فرمائیے کیا بات ہے؟

آنحضرتؐ:۔ زید! آج مجھے تم سے ایک خاص بات کہنی ہے اور وہ بات ایسی ضروری ہے کہ مَیں اُسے کہے بغیر رہ نہیں سکتا۔

زیدؓ:۔ میرے پیارے آقاؐ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان، فرمائیے وہ کیا بات ہے؟

آنحضرتؐ:۔ زید! تم دیکھتے ہو کہ دنیا کیسی ذلیل حالت میں مبتلا ہے۔ نہ لوگوں کے اخلاق درست ہیں، نہ عادات ٹھیک ہیں۔ شراب میں ہر وقت مست رہتے ہیں۔ جیسے وہ ان کی گھٹی میں پڑی ہو۔ جوا بڑے ذوق شوق سے کھیلتے ہیں جو ان کا نہایت محبوب مشغلہ ہے اُن کی مذہبی حالت اُن کی اخلاقی حالت سے بھی بدتر ہے۔ مٹی۔ پتھر اور لکڑی کے بُتوں کو اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ ہمارے خدا اور ہمارے مشکل کشا ہیں۔ اُن کے آگے سجدے کرتے ہیں۔ اُن پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور اُن سے دعائیں مانگتے ہیں۔ کتنے بیوقوف ہیں اِس زمانہ کے لوگ! جن کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ یہ مٹی کے بُت۔ یہ پتھر کے دیوتا جو اپنے اُوپر سے مکھی بھی نہیں اُڑا سکتے اور جو نہ سُن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں خدا کس طرح بن گئے؟

زیدؓ:۔ پیارے آقا! آج تو آپؐ بڑی عجیب باتیں کر رہے ہیں جو اس سے پہلے آپؐ کی زبان سے کبھی نہیں سُنیں۔

آنحضرتؐ:۔ ہاں یہ باتیں مجھے اُس خدا نے بتائی ہیں جو آسمان و زمین کا خدا ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اُس نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو بُت پرستی کے خلاف جہاد کر اور سب لوگوں کو ایک۔ اکیلے اور واحد خدا کی طرف بلا۔ پس خدا کے حکم کے مطابق مَیں نے آج سے اپنا کام شروع کر دیا ہے اور تبلیغ کی ابتدا گھر سے کی ہے۔ خدیجہؓ اور علیؓ میری بات مان چکے ہیں۔ تم بھی میرا کہا مان لو۔

زیدؓ:۔ پیارے آقاؐ! مَیں نے کبھی آپ کی زبان سے جھوٹ نہیں سُنا۔ آپؐ یقیناً سچ ہی کہتے ہیں کہ یہ بُت کسی کام کے نہیں۔ مَیں انہیں کبھی نہیں پوجوں گا اور ان کو کبھی اپنا معبود نہیں سمجھوں گا۔

آنحضرتؐ:۔ شاباش زید! شاباش! تم بہت ہی سمجھدار اور نیک ہو کیسے جلدی تمہاری سمجھ میں یہ بات آ گئی۔

زیدؓ:۔ پیارے آقاؐ! میری سمجھ میں اتنی جلدی یہ بات اس لئے آ گئی کہ آپؐ نے سمجھائی۔ اگر کوئی دوسرا کہتا تو سمجھ میں نہ آتی۔ جب مَیں نے سینکڑوں مرتبہ دیکھ لیا کہ آپؐ جو بات کہتے ہیں وہ درست اور ٹھیک ہوتی ہے کبھی کوئی غلط اور جھوٹ بات نہیں کہتے۔ تو مَیں نے سمجھ لیا کہ آپؐ نے یہ بات بھی ٹھیک ہی کہی ہے۔

آنحضرتؐ:۔ اس کے ساتھ ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اس بات پر بھی ایمان لاؤ کہ مَیں خدا کا رسول ہوں اور خدا مجھ سے کلام کرتا ہے اور اُسی نے مجھے دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔

زیدؓ:۔ مَیں پھر وہی بات کہتا ہوں جو ابھی کہہ چکا ہوں کہ مَیں نے کبھی بھی آپؐ کو جھوٹ بولتے نہیں سُنا۔ پس مَیں ایمان لاتا ہوں کہ آپؐ خدا کے سچے رسول ہیں اور خدا آپؐ سے بولتا ہے۔ اس اقرار کے ساتھ مَیں اس بات کا بھی عہد کرتا ہوں کہ مرتے وقت تک آپؐ کا دامن نہیں چھوڑوں گا اور ہمیشہ دل و جان کے ساتھ آپؐ کی خدمت کرتا رہونگا یہاں تک کہ قبر میں داخل ہو جاؤں۔ مَیں اپنے آپ کو اس دن بڑا خوش قسمت سمجھوں گا جب اپنی جان آپؐ پر نثار کر دوں گا۔

زیدؓ نے جو کچھ کہا تھا وہ اس نے حرف بحرف پورا کر دکھایا۔ وہ کبھی اپنے آقاؐ سے علیحدہ نہ ہوا۔ اور اس کے ہر حکم کو پوری مستعدی کے ساتھ بجا لایا اور جب وقت آیا تو بڑی خوشی کے ساتھ اپنی جان اپنے آقاؐ پر قربان کر دی۔ غلامؓ نے اپنے آقاؐ کے ساتھ محبت اور وفاداری کا جو حیرت انگیز کارنامہ دکھایا۔ اور آقاؐ نے غلامؓ کے ساتھ جس شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔ دونوں باتیں اپنے اپنے رنگ میں لاثانی اور بے نظیر ہیں۔ جاؤ۔ ڈھونڈو اور تلاش کرو تمہیں اس کی دوسری مثال نہیں ملے گی۔

(۴)

اس "اتحادِ ثلاثہ" میں ہمیں ایک اور مقدس انسان کے نام کا اضافہ کرنا ہے جس کی قسمت میں کارکنانِ قضا و قدر نے لکھ دیا تھا کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمارا اشارہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف ہے۔

حضرت صدیقؓ میرے آقا کے بچپن کے دوست تھے اس لئے ہمارے حضورؐ کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک بات ان کے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح تھی۔ گھر کے اندر کی زندگی میں حضرت خدیجہ طاہرہؓ ہر وقت ساتھ رہتی تھیں اور گھر سے باہر کی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ ہر وقت اکٹھے رہتے تھے۔ بیوی شریکِ حیات تھی تو صدیق رفیقِ زندگی۔ اس لئے میرے آقاؐ کی کوئی ذرا سی بات یا معمولی سی حرکت بھی دونوں سے مخفی اور پوشیدہ نہ تھی۔ اور

(باقی صفحہ [illegible] پر)

تریاقِ چشم رجسٹرڈ کی خاص تاثیر:۔ مَیں خود بھی حیران ہوں اور نہ ہی موجد کا دعویٰ ہے مگر لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا سرمہ تریاقِ چشم بیس سالہ ککرے تین چار دن میں ختم کر دیتا ہے۔ چوہدری نصیر احمد صاحب گوٹھ احمدیہ ضلع تھرپارکر سندھ پھر ڈاکٹر اور حکیم بھی بار بار اپنے دواخانہ میں مریضانِ چشم کے لئے منگاتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر حبیب اللہ خاں صاحب آف ملتان تحریر فرماتے ہیں پانچ تولہ تریاقِ چشم بذریعہ وی پی ارسال فرماویں۔ پھر سید الہُم صاحب اِلہندی ٹوپی ضلع مردان تحریر فرماتے ہیں ۱۰۔ شیشیاں تریاق چشم بذریعہ وی پی ارسال فرماویں۔ اب آپ خود ہی غور فرماویں کہ اس سے بڑھ کر مریضان چشم کے لئے اور کیا یقینی شہادت ہو سکتی ہے۔ تریاقِ چشم ایک نباتاتی مرکب ہے جو ککروں کو زائل کرتا ہے سُرخی کو اندر ہو یا باہر کاٹ دیتا ہے۔ زخم، خارش، دھند، گیہ گونہ تر کی روشنی میں آنکھ نہ کھلنا اور مطالعہ سے محروم اصحاب کے لئے بیحد مفید ہے۔ چالیس سال کے دوران میں اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب اور دیگر نامور ڈاکٹروں اور اعلیٰ تعلیمیافتہ طبقہ سے امتیازی سرٹیفکیٹ حاصل کر چکا ہے۔ خدمت خلق کے پیشِ نظر قیمت وہی ہے جو چالیس سال پہلے مقرر کی گئی تھی قیمت پانچ روپے فی تولہ۔ نوٹ:۔ اب کوئی صاحب سابقہ پتہ گڑھی شاہدولہ ضلع گجرات پر آرڈر نہ بھیجیں۔
المشتہر:۔ مرزا محمد شریف بیگ منیجر تریاقِ چشم حویلی منصف نزد مولوی ہسپتال احمدنگر ضلع جھنگ

خاوند کی حیثیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

(مکرم چوہدری رشید الدین صاحب سابق مبلّغ اسلام نائیجیریا)

خاوند اور بیوی کا باہمی سلوک اور تعلقات انسانی کردار و اخلاق کا ایک نہایت اہم حصّہ ہیں۔ کسی معاشرے کی اصلاح یا فساد بہت حد تک انہی تعلقات پر مبنی ہے۔ میاں بیوی انسانی معاشرہ کی پہلی اکائی ہیں اور یہیں سے انسان کے باہمی تعلقات کی ابتداء ہوتی ہے۔ اسلام سے قبل عرب میں عورت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ خاوند اپنی بیویوں سے انسانی مساوات کی سطح پر سلوک کرنے کے روادار نہ تھے۔ ان حالات میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے اصلاحِ خلق کے لئے مبعوث فرمایا تو آپؐ نے اپنے ماننے والوں کو بار بار یہ نصیحت فرمائی کہ وہ اپنی بیویوں سے بہتر سلوک کیا کریں اور اس بارہ میں اپنا عملی نمونہ ان کے سامنے پیش فرمایا۔ ایک حدیث میں حضورؐ فرماتے ہیں:۔

خیرکم خیرکم لاھلہ
وانا خیرکم لاھلی۔

تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک
اپنے اہل سے بہتر ہے۔ اور اپنے
اہل سے سب سے بہتر سلوک کرنیوالا
میں ہوں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خاوند کی حیثیت سے جو نمونہ قائم فرمایا وہ انتہائی پاک اور بے مثال ہے۔ اگر لوگ پورے طور پر اس نمونہ کی تقلید کریں تو دنیا کی کایا پلٹ جائے۔

آپؐ کا سلوک اپنی بیویوں سے حاکمانہ رنگ کا نہیں تھا۔ آپؐ بعض اوقات گھریلو کام کاج میں بھی ان کی مدد فرما دیا کرتے تھے۔ اس طرح آپؐ نے عملی رنگ میں اس بات کی وضاحت فرما دی کہ خاوند کا کام صرف بیوی سے کام لینا ہی نہیں اس کے لئے بیوی کے کاموں میں اس کی مدد کرنا بھی ضروری ہے۔

ایک دفعہ حضورؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوڑنے میں مقابلہ کی دعوت دی۔ یہ دوڑ حضرت عائشہ رضؓ نے جیت لی۔ اس واقعہ کے ایک یا دو سال بعد حضورؐ نے پھر انہیں چیلنج کیا۔ اس دفعہ حضرت عائشہ ہار گئیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بازی لے گئے۔ اس پر حضورؐ مسکرائے اور فرمایا:۔

"عائشہ! اب ہم برابر ہوگئے ہیں"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا رویہ اپنی بیویوں سے نہایت درجہ رحیمانہ تھا۔ اگر کسی موقع پر ان میں سے کسی سے حضورؐ کے بارہ میں کوئی کوتاہی سرزد ہوتی یا کوئی قصور ہو جاتا تو حضورؐ حکیمانہ رنگ میں اس کی اصلاح فرماتے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جائز حد تک اپنی ازواج کی خوشنودی کا بھی خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس کہیں سے شہد آیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت مرغوب تھا۔ حضرت زینب ہر روز آپؐ کو شہد کا شربت تیار کرکے پلاتیں۔ اس طرح حضورؐ ان دنوں معمول سے قدرے زیادہ وقت ان کے ہاں بیٹھتے۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ کسی طرح حضورؐ کو اس بات سے باز رکھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ کو شہد سے نفرت دلا دی جائے تا نہ آپؐ شہد کا شربت نوش فرمائیں اور نہ حضرت زینب کے پاس زیادہ دیر ٹھہریں۔ ایک دن انہوں نے حضورؐ سے کہا کہ آپؐ کے منہ سے نعافیر کی بُو آتی ہے۔ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے غالباً اس خیال سے کہ آپؐ کی ان دو بیویوں کو اس بو سے تکلیف ہوتی ہوگی آئندہ شہد استعمال نہ کرنے کی قسم کھالی۔ گو بعد میں قرآن مجید میں خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق حضورؐ نے دوبارہ شہد کا استعمال شروع کر دیا۔ لیکن یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ حضورؐ کو اپنی بیویوں کی خوشنودی کہاں تک مرغوب تھی اور کس حد تک آپؐ ان کے جذبات و احساسات کا خیال رکھتے تھے۔

ترمذی میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو آپؐ کی بیوی حضرت صفیہ رضؓ رو رہی تھیں۔ وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہ نے انہیں یہودی کی لڑکی ہونے کا طعنہ دیا ہے نیز کہا ہے کہ وہ دونوں تمام ازواج میں افضل ہیں کیونکہ وہ حضورؐ کی ازواج ہونے کے علاوہ آپ کی چچا زاد بہنیں بھی ہیں۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے فرمایا:۔

"تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ
ہارون میرے باپ، موسیٰ
میرے چچا اور محمد صلے اللہ
علیہ وسلم میرے شوہر ہیں
اس لئے تم لوگ مجھ سے
کیونکر افضل ہو سکتی ہو"۔

اور اس طرح حضورؐ نے ان کی دلجوئی فرما دی۔

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی تھیں۔ انہوں نے حضورؐ کی خاطر بہت قربانیاں کی تھیں آپؐ کو بھی اُن سے بہت محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد آپؐ کا معمول تھا کہ جب کبھی گھر میں جانور ذبح ہوتا تو آپؐ ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجواتے تھے۔ یعنی آپؐ ان سے تعلق رکھنے والوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ گو میں نے حضرت خدیجہؓ کو نہیں دیکھا لیکن اس کے باوجود جتنا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خاوند کی حیثیت سے جو نمونہ قائم فرمایا وہ انتہائی پاک اور بے مثال ہے۔ اگر لوگ پورے طور پر اس نمونہ کی تقلید کریں تو دنیا کی کایا پلٹ جائے۔

احمدیوں کی کپڑے کی مشہور دکان
پاکستان کے علاوہ دُنیا بھر کے بہترین ملبوسات
لیڈیز اینڈ جنٹلمینز کے لئے پسند کیجیے
ملتان کلاتھ ہاؤس (رجسٹرڈ)
چوک بازار ملتان شہر
مالکان
چوہدری عبد الرحمٰن عبد الرحیم احمد
ٹیلیفون: دکان ۲۵۱۰
رہائش گاہ ۲۵۱۰-A

رشک مجھے اُن پر آتا ہے کیسی اَور پر نہیں آتا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انکا ذکر کیا کرتے تھے۔

یہ ذکر اس کثرت سے ہوتا تھا کہ ایک دن حضرت عائشہ رضؓ کو یہ کہنا پڑا:۔

یہ آپؐ کیا بار بار اس عورت کا ذکر فرمایا کرتے ہیں جو بڑھیا تھی۔ اب تو اللہ نے آپؐ کو اس سے بہتر بیویاں دی ہیں۔"

یہ سُنکر حضورؐ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا:۔

"عائشہ! ہرگز نہیں۔ اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب دُنیا مجھے جھٹلا رہی تھی۔ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب سب کے سب انکار کر رہے تھے۔ اپنا مال مجھ پر اس وقت نچھاور کیا جب لوگوں نے مالی امداد سے مجھے محروم کر رکھا تھا اور مجھے اللہ تعالےٰ نے اولاد بھی اسی کے بطن سے بخشی"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات سے کتنا گہرا قلبی تعلق تھا اور اپنے دِل میں ان کے لئے کس درجہ قدر و منزلت تھی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کے نمونہ کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپؐ مومنوں کے لئے اسوہ حسنہ تھے۔ ایک خاوند کی حیثیت سے بھی آپؐ نے جو نمونہ اپنے پیچھے چھوڑا وہ بے مثال ہے۔

نظر دُرست ہونے کی عینکوں کی
مشہور دُکان
مُمتاز آپٹیکل سروس
ڈاکٹر مُمتاز احمد دندان و عینک ساز
کچہری بازار لائلپور

نعتِ خیر البشر

(مکرم نسیم سیفی صاحب)

نہ اپنی سعئ عمل سے نہ خواہشات سے ہے
ہر ایک بات جہاں میں مقدرات سے ہے
نگاہِ شوق ترستی ہے جلوے جلوے کو
نمودِ جلوہ مگر تیرے التفات سے ہے
ترا وجود ہے تخلیقِ جنّ و انس کا راز
تجھے کچھ ایسی ہی نسبت ہر ایک ذات سے ہے
تجلّیاتِ جمال و جلال ہیں تجھ سے
ہر ایک نور تری ہی تجلیات سے ہے
حصولِ مقصدِ ہستی، رضائے دوست سہی
رضائے دوست بھی تیرے ہی التفات سے ہے
تری نگاہ نے چمکا دیا اندھیروں کو
سحر کے نور پر رونق شبِ برات سے ہے
اب اک نظر کہ گدایانِ حسن ہیں بیتاب
دِلوں کو ربط محبّت کی کائنات سے ہے
بچھے ہوئے ہیں تری رہگذر میں شمس و قمر
کئے ہیں وقت نے تجھ پر نثار شام و سحر
ترے وجود سے پیدا ہوئے ہیں جود و سخا
ترا ہی نقشِ قدم ڈھونڈتے ہیں اہلِ وفا
خُدا نے ایسا نوازا کلام سے تجھکو
کلیم کو بھی تری پیروی کا شوق رہا
تخیلات سے مٹ ہی گئے زمان و مکاں
تصوّرات پہ چھایا ترا حسیں سایہ
ترے بروز کو وہ رفعتیں نصیب ہوئیں
نگاہِ دیدۂ بینا کو اس پہ رشک آیا
فروغِ حسنِ جہانتاب کا کرشمہ ہے
نظر نظر میں جھلکنے لگے ہیں طور و حرا
ہر ایک بات ہے سرمایۂ سکون و ثبات
ہر اک نگاہ میں پنہاں ہے مرضئ مولا
ہزار شکر کہ ہے محوِ نعت میری زباں
ہزار شکر کہ مجھ کو ملا خیال رسا
ہے ذکرِ خیرِ رُسل مایۂ حیات، نسیم
دِل و نظر کی یہی تو ہے کائنات، نسیم

ہر قسم کا کاغذ اور گتہ
بازار سے رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے
پیپر کارنر گنپت روڈ لاہور
پر
تشریف لائیں
فون نمبر دکان ۶۴۵۲۲ • گھر ملک عبداللطیف ستکوہی ۶۲۵۱۶ • گھر ملک محمد حنیف ۶۲۵۱۸

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کے چند پہلو

(محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم)

قرآن شریف میں ہے
فقد لبثت فیکم عمرًا
من قبلہ افلا تعقلون
(یونس رکوع ۲)
کہ اے کفار! میں چالیس سال تک
بلا ادعائے نبوت تم میں رہا ہوں۔
میری زندگی تم سے پوشیدہ نہیں۔ پھر
تم سوچتے نہیں ہو
(ی) حضورؐ نے کفار مکہؓ کو پہاڑی
پر بلا کر فرمایا:-
ارأیتم ان اخبرتکم ان
خیلا تخرج من سفح ھذا
الجبل اکنتم مصدّقیّ
کہ اگر تمہیں کہوں کہ ایک رسالہ اس پہاڑی
کے پرلی طرف سے تم پر حملہ آور ہونے والا
ہے تو کیا تم مان لوگے؟ انہوں نے کہا:-
"ماجرّبنا علیک کذبًا"
ہم نے تجھ سے کبھی جھوٹ نہیں سُنا۔
(ب) ابو جہل جیسے دشمنِ اسلام نے
کہا
"انّا لا نکذّبک بل
نکذب بما جئت بہٖ"
ہم تجھے جھوٹا قرار نہیں دیتے بلکہ قرآن کو
جھوٹا قرار دیتے ہیں۔

استقلال و استقامت

قرآن شریف:-
ان الّذین قالوا ربنا اللہ
ثم استقاموا تتنزل
علیھم الملٰئکۃ۔ (پ۲۴ ع۱۸)
کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور
اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں۔ ان پر
نزول ملائکہ ہوتا ہے۔
(ا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
استقامت کا اس سے بڑھ کر اور کیا نمونہ
ہو سکتا ہے کہ تمام ملک آپؐ کو مصائب میں
ڈالتا ہے۔ چھوٹا بڑا آپؐ کا مخالف ہو جاتا
ہے۔ طرح طرح کی تکالیف دی جاتی ہیں۔
مگر آپؐ تبلیغِ اسلام کو نہیں چھوڑتے۔
(ب) ابوطالب کے پاس قریش کی
سفارت آئی کہ اپنے بھتیجے (آنحضرت صلعم)
کو بُتوں کی مخالفت سے باز رکھیں۔ آپ
(ابوطالب) نے حضورؐ کو کہا کہ آپؐ بتوں
کے خلاف کچھ نہ کہیں تو اس کے جواب میں
خدا تعالیٰ کا مستقل مزاج رسولؐ کیا
جواب دیتا ہے:
واللہ یا عمّ! لو وضعتم
الشمس فی یمینی والقمر
فی شمالی ما ترکت ھذا
الامر الا ان یظھرہ
اللہ او اھلک فیہ"
(لب التاریخ ص۳۲)
کہ اے چچا! خدا کی قسم خواہ آپ میرے
دائیں سورج اور بائیں چاند رکھ دیں
میں کبھی بھی اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔
جب تک کہ خدا تعالیٰ مجھے اس سے
روک دے یا میں اس میں ہلاک ہو جاؤں
اللہ۔ اللہ۔ کس قدر استقامت ہے!
کیا کسی جھوٹے میں بھی اس کا شمہ تک
پیش کیا جا سکتا ہے؟

انصاف وعدل

قرآن شریف:-
واذا حکمتم بین الناس
ان تحکموا بالعدل۔
(النساء ع۴)
کہ جب تم کو حکومت دی جائے تو عدل
کے ساتھ حکومت کرو۔
(ا) ابو حدرد رضؓ اسلمی ایک صحابی
تھے۔ انہوں نے کسی یہودی کا قرضہ دینا
تھا۔ یہودی اصرار کرتا تھا مگر ان کے
پاس کچھ بھی نہ تھا۔ یہودی رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر
آیا۔ حضورؐ نے ابو حدرد رضؓ کو باوجود اسکے
کہ ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا حکم دیا کہ
فوراً قرضہ ادا کر دو۔ چنانچہ انہوں نے

منزل ہے دور

بچپن سے جوانی تک... اور اس کے بعد بھی... زندگی کی راہ کٹھن ہے۔
ننھے میاں کو قدم قدم پر سہارے کی ضرورت ہوگی۔ خواہ تعلیم کا معاملہ ہو، شادی
بیاہ کا یا دیگر ضروریات زندگی کا۔
اپنے بچوں کو پوسٹل لائف انشورنس کا سہارا دیجئے۔ ان کے خوشحال مستقبل کی
ضمانت اس سے بہتر اور کیا ہو سکتی ہے؟
پوسٹل لائف انشورنس کی شرح پریمیم سب سے کم اور منافع زیادہ ہے ادائیگی
میں تاخیر ہوتی ہے۔

بونس کی شرح
عام شہریوں کے لئے ———— ۱۴ روپے فی ہزار
فوجیوں کے لئے ———— ۱۵ روپے فی ہزار

اپنے بچوں کا مستقبل
بچت کیجئے
اپنا ڈیلی سیونگ

پوسٹل لائف انشورنس

ملک میں زندگی کے بیمہ کا سب سے بڑا ادارہ

اپنا تہبند بیچا اور قرضہ ادا کیا۔

(ب) خیبر میں یہودیوں نے عبداللہ بن سہل کو شہید کر دیا۔ محیصہ نے جو عبداللہ کے ساتھ تھے آکر حضورؐ سے شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا "کیا تم قسم کھا سکتے ہو کہ عبداللہؓ کو یہود نے قتل کیا؟" محیصہ نے کہا میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ حضورؐ نے یہودانِ خیبر سے بالکل تعرض نہیں فرمایا بلکہ بیت المال سے خون بہا ادا کروا دیا۔ حضورؐ چاہتے تو غصہ میں آکر اہلِ خیبر سے بدلہ لیتے مگر یہ آپ کی انصاف پسندی سے دُور تھا۔

سخاوت

قرآن شریف :-

من یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون۔ (الحشر ع ۱)

جو آدمی طبیعت کے بخل سے باز رکھا جائے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(۱) حضرت امّ سلمہ (ام المؤمنین) فرماتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلعم گھر میں تشریف لائے تو چہرہ متغیر تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خیر تو ہے؟ فرمایا کل جو سات دینار آئے تھے شام ہو گئی اور

پاکستان ویسٹرن ریلوے ٹنڈر نوٹس

چیف کنٹرولر آف پرچیز پی ڈبلیو ریلوے ایمپریس روڈ لاہور کو مندرجہ ذیل مدات کی فراہمی کے سلسلے میں صرف یو۔ ایس۔ اے کے مینوفیکچررز یا سپلائرز سے ٹنڈر مطلوب ہیں۔ ان کے پاکستانی ایجنٹوں کی وساطت سے آنے والے ٹنڈروں کو ترجیح دی جائے گی

نمبر شمار	ٹنڈر نمبر سٹورز کی مختصر کیفیت اور مقدار	ٹنڈر فارم کی قیمت اور محصول ڈاک (ناقابل واپسی)	فروخت کی تاریخیں	مقررہ تاریخ اور وقت برائے موصولی	ٹنڈر کھلنے کی تاریخ اور وقت
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	PG/180/D4 (AIDLOAN NO 070) 65 (RO Adm) آئل انجن جنریٹنگ پلانٹ = ایک عدد	۱۰/- روپے	۲۸/۶/۶۶ تا ۱۵/۸/۶۶	۱۶/۸/۶۶ ۸ بجے صبح	۱۶/۸/۶۶ ۸½ بجے صبح

۲۔ ٹنڈر فارم (ناقابل منتقلی) دفتر چیف کنٹرولر آف پرچیز پی ڈبلیو ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس ایمپریس روڈ لاہور سے اور دفتر ڈسٹرکٹ کنٹرولر آف پرچیز (انسپکشن) پی ڈبلیو ریلوے کراچی چھاؤنی سے ماسوائے جمعہ کے تمام کام کے دنوں میں ۹ اور ۱۲ بجے کے درمیان مذکورہ بالا قیمت کی نقد یا بذریعہ منی آرڈر ادائیگی پر دستیاب ہو سکتے ہیں (پوسٹل آرڈر، چیک، بنک ڈرافٹ، گارنٹی بانڈ، بنک ڈیپازٹ رسیدیں اور نیشنل سیونگز سرٹیفیکیٹ وغیرہ متذکرہ بالا ٹنڈر فارم کی قیمت کے طور پر قبول نہیں کئے جائیں گے) یو۔ ایس۔ اے میں ٹنڈر دہندگان ٹنڈر کی دستاویزات، دفتر کانسلیٹ جنرل آف پاکستان ۱۲ ایسٹ ۶۵ سٹریٹ نیویارک ۲۱۔ این وائی سے بلا معاوضہ حاصل کر سکتے ہیں۔

صرف انہی فارموں پر موصول ہونیوالی پیشکشیں قابلِ غور ہوں گی

ٹنڈر حاضر آمدہ ٹنڈر دہندگان کی موجودگی میں کھولے جائیں گے۔

۳۔ مقامی خریداری جو زرمبادلہ کے سلسلے میں کوئی معاونت طلب کئے بغیر حاضر سٹاک سے مال پیش کرنے کی پوزیشن میں ہوں وہ فری ڈیلیوری سٹورز کراچی چھاؤنی یا فری ڈیلیوری ریسیونگ سٹورز مغلپورہ لاہور کی بنیاد پر (جس میں گورنمنٹ ٹیکس، رڈیوٹی وغیرہ اور تمام دوسرے اخراجات شامل ہوں) کوٹیشنیں بھیج سکتے ہیں۔

INF (L) 1632

ھو الشافی

انشاءاللہ

اگر آپ نے سینکڑوں روپے کی بیرونی ادویات کو بے سُود پایا ہے تو ہم اپنے تجربہ کی بناء پر آپکو امید دلاتے ہیں کہ انشاءاللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل ادویات کی صرف چار چار خوراکیں اپنی متعلقہ امراض کو جڑ سے ختم کر دیں گی۔

۱۔ اکسیر سر درد HEADACHE CURE پرانی درد سر کے لئے

۲۔ اکسیر چشم EYES CURE ککروں و سرخی کیلئے

۳۔ اکسیر نکسیر ERISTAXIS CURE نکسیر کیلئے

۴۔ اکسیر دمہ ASTHMA CURE سانس کی تنگی کے لئے

۵۔ اکسیر جریان گوش OTORRHOEA CURE کان کی پیپ کے لئے

۶۔ اکسیر بواسیر PILES CURE بواسیر خونی و بادی کیلئے

۷۔ اکسیر ناسور FISTULA CURE گہرے پھوڑے کے لئے

۸۔ اکسیر سیلان LEUCORRHOEA CURE سیلان الرحم کے لئے

۹۔ اکسیر درد PAINS CURE جوڑوں اور اعصاب کی دردوں کیلئے

قیمت فی دوا مکمل کورس ۴ خوراک دس روپے صرف کم طاقت کی پہلی دوا آزمائشی خوراک تین روپے صرف بذریعہ منی آرڈر۔ قیمت دوا بذریعہ وی۔پی ڈیڑھ روپیہ۔ ڈاک خرچ قیمت دوا کے علاوہ۔

کیوریٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ ۵ مسگرل بلانگرز دی مال الاہور

ڈاکٹر راجہ ہومیو اینڈ کمپنی ربوہ

قادیان کا قدیمی مشہورِ عالم اور بے نظیر تحفہ

سُرمہ نُور رجسٹرڈ

جملہ امراض چشم کیلئے

اکسیر ثابت ہو چکا ہے

ہمیشہ خریدتے وقت

شفاخانہ رفیق حیات رجسٹرڈ سیالکوٹ

کا لیبل ملاحظہ فرمالیا کریں

شفاخانہ رفیق حیات رجسٹرڈ ٹرنک بازار سیالکوٹ

بابو قاسم الدین صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع سیالکوٹ فرماتے ہیں :-

اکسیر اٹھرا کی گولیوں کا معجزانہ اثر

شفاخانہ رفیق حیات ٹرنک بازار شہر سیالکوٹ کی تیار کردہ اکسیر اٹھرا کی گولیاں میں نے اپنے ایک عزیز کو استعمال کرائی ہیں اللہ تعالےٰ کے فضل اور کرم سے ان کا معجزانہ اثر ہوا اسکی ڈیلیوری کا وقت اثر گزر گیا ہے اور صحت مند لڑکا پیدا ہوا ہے۔

الحمد للہ!

ان کے پہلے بچے پیدائش کے وقت ہی ضائع ہو جایا کرتے تھے شفاخانہ رفیق حیات سیالکوٹ کے علاوہ اکسیر اٹھرا ربوہ میں دارالخیر جنرل سٹور غلہ منڈی اور افضل برادرز گولبازار ربوہ سے مل سکتی ہیں۔

ادائیگی زکوٰۃ

اموال کو

بڑھاتی

اور

تزکیہ نفوس

کرتی

ہے

۴ دن بستر پر پڑے رہے۔

(مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۹۳)

(ج) سنہ ۳ھ میں بنو نضیر کے مخیریق نامی ایک یہودی نے مرتے وقت سات باغ جن کے نام میثب، صافیہ، دلال، حسنی، برقہ، اعواف اور مشربہ ام ابراہیم وغیرہ تھے حضور علیہ السلام کے نام وصیت کئے۔ حضورؐ نے تمام کے تمام غرباء اور مساکین کے لئے وقف فرما دئے۔ (اصابہ)

(الفضل ۲۶ اپریل ۶۶ء)

امانت فنڈ تحریک جدید میں روپیہ رکھوانا فائدہ بخش بھی ہے اور خدمتِ دین بھی

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

بائیسکل ٹرائیسکل اور بچہ گاڑیاں مضبوط خوبصورت اور ارزاں ملنے کا پتہ محبوب عالم اینڈ سنز راجپوت سائیکل نیلا گنبد لاہور

تریاقِ اٹھراء ۔ اٹھرا کے علاج کیلئے کورس پندرہ روپے ۱۵/- نورِ نظر ۔ اولادِ نرینہ کیلئے کورس پچیس روپے ۲۵/- خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ ربوہ

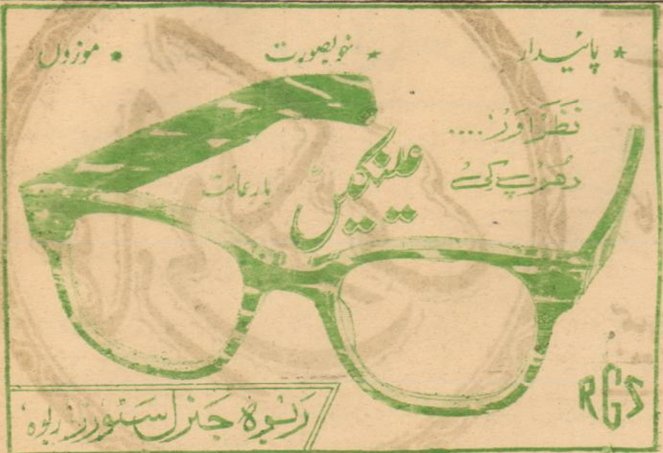

ہر قسم کا اسلامی لٹریچر

اپنے قومی سرمایہ سے جاری شدہ

الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ

گولبازار ربوہ

سے حاصل کریں

(مینیجر)

دلفریب زیورات کا واحد مرکز

فتح علی جیولرز دی مال لاہور فون ۲۶۲۳

الفضل میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

ضرورت پڑنے پر

کپڑے کی خریداری کے لئے آپ ہمیشہ اپنی دکان

الفردوس کلاتھ مرچنٹ

۸۵ ۔ انارکلی لاہور

کو یاد رکھیں

ہمارے ہاں ہر قسم کا لیڈیز کپڑا مثلاً ساٹن ۔ بروکیڈ ۔ شنیل ۔ کریپ پرنٹ و پلین اور اعلےٰ قسم و بالکل نئے ڈیزائنوں میں کیرالین ۔ وائل اور لون پرنٹ مل سکتی ہیں تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں۔

نیاز احمد

پروپرائٹر:- الفردوس ۔ ۸۵ ۔ انارکلی لاہور

عمارتی لکڑی

ہمارے ہاں عمارتی لکڑی دیار۔ کیل۔ پڑتل چیل
کافی تعداد میں موجود ہے ضرورتمند احباب
ہمیں خدمت کا موقع دے کر مشکور فرماویں۔

گلوب ٹمبر کارپوریشن * سٹار ٹمبر سٹور * لائل پور ٹمبر سٹور

۲۵ نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور۔ فون نمبر ۶۲۶۱۸
۹۰ فیروز پور روڈ۔ لاہور
راجباہ روڈ لائلپور۔ فون نمبر ۳۸۰۸

رشید اینڈ برادر سیالکوٹ کے نئے ماڈل کے
چولہے

بلحاظ اپنی خوبصورتی
مضبوطی تیل کی بچت
اور
افراطِ حرارت
دنیا بھر میں
بےمثال ہیں

اپنے شہر کے
ہر ڈیلر سے
طلب
فرماویں

مسعود احمد پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا